اقامت کے احکام ومسائل

اذان وجماعت میں کتنا وقفہ کیا جائے:

(الجمعیۃ، مورخہ: ۵/جون ۱۹۳۸ء)

سوال: اذان کے بعد کتنی دیر مقتدیوں کا انتظار کرنا چاہئے؟

الجواب

کم از کم پندرہ منٹ کا وقفہ اذان واقامت کے درمیان ہونا چاہئے، مگر مغرب میں نہیں۔(۱) فقط

(کفایت المفتی: ۱۷/۳)

مغرب کی اذان واقامت میں وقفہ ہے یا نہیں:

سوال: مؤذن مغرب کی اذان چھت پر کہہ کر فوراً اتر آتا ہے اور تکبیر شروع کرتا ہے اس میں کوئی حرج ہے؟ اذان واقامت میں وقفہ کرنے کا حکم ہے یا نہیں؟

الجواب

مغرب کی اذان ختم کرکے چھوٹی تین آیتیں پڑھیں، اتنی دیر بیٹھے (جیسا کہ دو خطبوں کے بیچ میں بیٹھتے ہیں) یا اس قدر کھڑا رہ کر اقامت کہے، چھت سے اترنے میں اتنا وقت ہوجاتا ہے، لہٰذا کوئی حرج نہیں، تاہم وقفہ کرکے اقامت کہے تو بہتر ہے۔

وفی المغرب بسکتة قدرقراء ة ثلاث آیات قصار أو ثلاث خطوات. (نور الإیضاح: ٦٢)(۲)

یعنی! مغرب میں اذان اور اقامت میں اس قدر وقفہ کرے کہ چھوٹی تین آیتیں پڑھ سکے یا تین قدم چل سکے۔ واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۳/۳)

(۱) قال فی التنویر و شرحه: ویجلس بینهما بقدرمایحضر الملازمون مراعیاً لوقت الندب (إلا فی المغرب) فیسکت قائمًا قدرثلاث آیات قصارویکره الوصل إجماعًا. (الدر المختار، باب الأذان: ۳۸۹/۱، ط: سعید کمپنی)

(۲) (أو)قدر (ثلاث خطوات)هذه روایة عن الإمام وهذه الأحوال متقاربة وعندهما یفصل بینهما بجلسة خفیفة بقدرماتتمکن مقعدته ویستقر کل عضو فی مفصله کما فی الفصل بین الخطبتین والخلاف کما قال الحلوانی فی الأفضلیة لا فی الجواز. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، باب الأذان: ۱۹۸/۱. انیس)

کسی دینی کام کی وجہ سے مغرب کی نماز میں تاخیر:

سوال: کئی بار بیان کی وجہ سے یا تفسیر کی وجہ سے مغرب کی اذان کے بیس منٹ بعد نماز ہوتی ہے، تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

ھـو الـمـصـوب

اس طرح تاخیر کر کے نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔(١)

تحریر: محمد طارق ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:١/٣٥٥-٣٥٦)

اذان کے کتنی دیر بعد نماز جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کیا صبح کی اذان کے پندرہ منٹ بعد نمازِ فجر ہو سکتی ہے اور اگر ہو تو کیا سنت کے خلاف ہے؟

الجواب

نمازِ فجر میں عند الحنفیہ اسفار مستحب ہے، مستحب کہنے سے معلوم ہوا کہ غلس میں درست ہے، مگر بہتر اسفار ہے اور اسفار کے معنیٰ ظہور نور اور انکشاف ظلمت کے ہیں، یعنی جس وقت خوب روشنی ہو جاوے، اس کی مقدار درمختار میں لکھی ہے کہ آفتاب کے نکلنے سے اتنی دیر پہلے نماز شروع کریں کہ چالیس آیتیں ترتیل سے پڑھ سکیں اور پھر اعادہ کی ضرورت ہو، تو اعادہ کر لیں، غرض تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے آفتاب نکلنے سے جماعت کریں، اذان فجر کے پندرہ منٹ بعد نماز فجر جائز ہے، غلس میں پڑھنا بھی احادیث سے ثابت ہے، اختلاف صرف افضلیت وعدم افضلیت میں ہے، جواز میں اختلاف نہیں۔

"والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر بإسفار والختم به وھو المختار بحیث یرتل أربعین آیة ثم یعیده بطھارة لو فسد. (الدر المختار)

وفی الشامی: (قوله بإسفار) أی فی وقت ظھور النور وانکشاف الظلمة. (ردالمحتار: ١/٢٦٩)(٢)

وعن رافع بن خدیج. رضی اللّٰه عنه. قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "أسفروا

(١) "لاتزال أمتی بخیر أو قال علی الفطرة مالم یؤخروا المغرب حتی تشتبک النجوم". (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب وقت المغرب، رقم الحدیث: ٤١٨) (کذا فی الکنیٰ والأسماء للدولابی، أبو أیوب الأنصاری خالدبن زیدرضی اللّٰه عنه (ح: ١٠٢) / الصحیح لابن خزیمة، باب التغلیظ فی تأخیر صلاة المغرب (ح: ٣٤٠) انیس)

(٢) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ١/٣٦٦، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

بالفجر فإنه أعظم للأجر". رواه الترمذی و أبو داؤ دو الدارمی. (مشکوٰۃ،باب تعجیل الصلاۃ: ٦١)(١)

عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: "أن کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم لیصلی الصبح فینصرف النساء متلفعات بمروطهن ما یعرفن من الغلس". متفق علیه. (مشکوٰۃ،باب تعجیل الصلاۃ: ٦٠)(٢) فقط و اللّٰه تعالیٰ أعلم (فتاویٰ مفتی محمود:١/٨٦٦)

اقامت واذان صرف فرائض کے لئے ہے:

سوال: تکبیر فقط فرض سے پہلے کہی جاتی ہے، یا سنت سے پہلے بھی؟

الجواب

اذان اور تکبیر فرائض کے لئے ہے، سنتوں کے لئے نہیں۔ (هکذا فی الدر المختار)(١) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:٢/١١١-١١٢)

---

(١) وکذا فی مشکوٰۃ المصابیح،کتاب الصلاۃ،باب تعجیل الصلاۃ: ٦١/١،طبع قدیمی کتب خانه کراچی)
(سنن الترمذی، باب ما جاء فی الإسفار بالفجر (ح: ١٥٤)/سنن أبی داؤد، باب وقت الصبح (ح: ٤٢٤)/سنن النسائی: ٢٧٢/١(ح:٥٤٨)/مسند أبی حنیفة روایة أبی نعیم: ٤١/١/ مسند الشافعی ترتیب سنجر، باب الإسفار بالصبح (ح:١٣٢)/المصنف لابن أبی شیبة،مارواه رافع بن خدیج (ح:٦٤-٣٢٤٢)/مسند الإمام أحمد،حدیث رافع بن خدیج (ح:١٧٢٨٦-٢٣٦٣٥)/مسند البزار،ومماروی جابر عن أبی بکر عن بلال (ح: ١٣٥٧)/المسند للشاشی، ماروی بلال بن رباح مؤذن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم (ح: ٩٤٢)/الصحیح لابن حبان، ذکر لفظة تعلق بهامن جهل صناعة الحدیث (ح:١٤٩٠)/المعجم الأوسط للطبرانی،ذکر من اسمه:هاشم (ح:٩٢٨٩)/وقال الترمذی حدیث حسن صحیح)

فی سنن الدارمی،باب الإسفار بالفجر (ح: ١٢٥٤):عن رافع بن خدیج قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:نوروا بصلاۃ الفجر فإنه أعظم للأجر. /وکذا فی شرح معانی الآثار، باب الوقت الذی یصلی فیه الفجر أی وقت هو؟(ح:١٠٦٨)،والمعجم الأوسط للطبرانی، من اسمه ثابت (ح:٣٣١٩)انیس)

(٢) وکذا أیضاً،کتاب الصلاۃ،باب تعجیل الصلاۃ: ٦١/١،طبع قدیمی کتب خانه کراچی

(الصحیح للبخاری، باب خروج النساء إلی المساجد باللیل والغلس (ح:٨٦٧)/الصحیح لمسلم،کتاب المساجد، باب استحباب التبکیر بالصبح فی أول وقتها،الخ (ح:٦٤٥)انیس)

هکذا فی المبسوط للسرخسی:وحدیث الصدیق عن بلال رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما أن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال:"نوروا بالفجر أوقال أصبحوا بالصبح یبارک لکم ولأن فی الإسفار تکثیر الجماعة وفی التغلیس تقلیلها و ما یؤدی...الخ. (باب مواقیت الصلاۃ: ١٤٦/١،طبع إدارۃ القرآن،کراچی)

(١) (والإقامة کالأذان) فیمامر. (الدرالمختار) (قوله فیمامر،الخ) وأراد بمامر أحکام الأذان العشرة المذکورة فی المتن،وهی أنه سنة للفرائض، وأنه یعاد إن قدم علی الوقت، وأنه یبدأ بأربع تکبیرات وعدم الترجیع وعدم اللحن والترسل والالتفات والاستدارة وزیادۃ الصلاۃ خیر من النوم،فی أذان الفجر وجعل أصبعیه فی أذنیه ثم استثنیٰ من العشرة ثلاثة أحکام لاتکون فی الإقامة فأبدل الترسل بالحدر والصلاۃ خیر من النوم بقدقامت الصلاۃ وذکر أنه لایضع أصبعیه فی أذنیه، فبقیت الأحکام السبعة مشترکة ویرد علیه الاستدارۃ فی المنارۃ فإنها لاتکون فی المنارۃ فکان علیه أن یتعرض لذلک. آه.(ردالمحتار،باب الأذان،مطلب فی أول من بنی المنابر للأذان: ٣٦٠/١،ظفیر)

اقامت کے بغیر نماز:

سوال: نماز جمعہ یا کسی اور نماز میں مؤذن نے تکبیر نہیں کہی اور امام نے نماز پڑھادی کیا نماز ہوگئی؟

ھـــو المـصـــو ب

نماز درست ہوجائے گی، لیکن ایسا نہیں کرنا چاہئے، یہ طریقہ سنت کے خلاف ہوگا۔(۱) نماز بلا اقامت پڑھی ہوئی سمجھی جائیگی۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/۳۹۲)

عورت بلا اقامت نماز پڑھے:

سوال: عورت اکیلی نماز پڑھے یا عورتوں کی جماعت ہوتو اس میں اقامت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

عورت نماز بدون اقامت پڑھے۔عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔مع ہذا اگر جماعت کریں گی، تو اس میں اقامت نہیں۔

قال فی العلائية:(ولا یسن)ذلک (فیماتصلیه النساء أداءً وقضاءً)ولو جماعةً کجماعة صبیان و عبید. (الدرالمختار) **وقال ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالیٰ:(قوله ولو جماعةً)وکان الأولیٰ للشارح أن یقول ولو منفردةً لأن جماعتهن الآن غیر مشروعة فتفطن.(رد المحتار: ۱/۳٦۳)(۲)فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم**

۱۱/رجب ۱۳۸۹ھ۔(احسن الفتاویٰ:۲/۲۸۳)

عورت پر اقامت نہ ہونے کی وجہ:

سوال: عورت پر تکبیر اقامت نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟　　(فتح محمد کشمیری (بمقام شاہ پورہ ضلع بارہ مولہ کشمیر)

الجواب ــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

اس لئے کہ عورت کے ذمہ نماز باجماعت نہیں بلکہ تنہائی میں نمازیں پڑھنا بہتر ہوتا ہے اور اقامت جماعت کے لئے ہوتی ہے۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔۱۰/۵/۱۴۰۱ھ۔(منتخبات نظام الفتاویٰ:۱/۲۱٦-۲۱۷)

---

(۱) وعـامة الـمشائخ قالوا:إنهما سنتان مؤکدتان لما روی أبویوسف عن أبی حنیفة أنه قال فی قوم صلوا الظهر والعصر فی المصر بجماعة بغیر أذان وإقامة فقد أخطأوا وخالفوا وأثموا.(بدائع الصنائع: ۱/۳٦٤)

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب فی أذان الجوق. انیس

(۲) (و)یکـره تـحـریمًا(جماعة النساء)ولوفی التراویح. (الـدرالـمـختار علی صدر رد المحتار: ۲/۳۰۵، باب الإمامة، مطلب إذا صلی الشافعی قبل الحنفی، الخ.)

==

نماز کے باطل ہونے کی صورت میں اعادۂ نماز کے وقت تکبیر کہی جاوے یا نہیں:

سوال: امام نے بجائے چار رکعت عصر کے سہواً پانچ رکعت ادا کی، کسی نے متنبہ نہیں کیا، اب امام اور مقتدی درود ووظائف سے فارغ ہو کر دعا مانگنے کو تیار تھے کہ تعدادِ رکعت کی بحث شروع ہوئی نماز کا اعادہ کیا گیا اور دوبارہ تکبیر کہی گئی، یہ جائز ہے یا نہ؟

الجواب

اس صورت میں دوبارہ اقامت کہنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر دوبارہ کہہ دی جاوے اس وجہ سے کہ فصل طویل ہو گیا ہے، تو کچھ حرج نہیں ہے۔ کتبِ فقہ میں تو یہ لکھا ہے:

"صلى السنة بعد الإقامة أو حضر الإمام بعدها لايعيدها، بزازية. وينبغي إن طال الفصل أو وجد مايعدّ قاطعاً كأكل أن تعاد، الخ. (الدر المختار)(١) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ٢/١١٠)

== قال: (جماعة النساء) أي كره جماعة النساء وحدهن لقوله عليه الصلاة والسلام: ("صلاة المرأة في بيتها أفضل من صلاتها في حجرتها وصلاتها في مخدعها أفضل من صلاتها في بيتها" ولأنه يلزمهن أحد المحظورين إماقيام الإمام وسط الصف وهو مكروه أو تقدم الإمام وهو أيضاًمكروه في حقهن فصرن كالعراة لم يشرع في حقهن الجماعة أصلاً. ولهذا لم يشرع لهن الأذان وهو دعاء إلى الجماعة ولولا كراهية جماعتهن لشرع. (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، الأحق بالإمامة: ١/١٣٥)(والحديث أخرجه أبو داؤد، باب التشديد في ذلك (ح: ٥٧٠)انيس)

عن أم سلمة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: خير مساجدالنساء قعربيوتهن. (مسند الإمام أحمد، حديث أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم (ح: ٢٦٥٤٢)/الصحيح لابن خزيمة، باب اختيار صلاة المرأة في بيتها (ح: ١٦٨٣)/المستدرك للحاكم، ومن كتاب الإمامة وصلاة الجماعة (ح: ٧٥٦)/مسندالشهاب القضاعي. خير مساجدالنساء قعربيوتهن (ح: ١٢٥٢)

عن عبدالله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان وأقرب ماتكون من وجه ربّها وهي في قعر بيتها. (مسندالبزار، مورق عن أبي الأحوص عن عبدالله (ح: ٢٠٦١)/الصحيح لابن خزيمة، باب اختيار صلاة المرأة في بيتها (ح: ١٦٨٥) الصحيح لابن حبان، ذكر الأمر بلزوم قعربيتها (ح: ٥٥٩٩)انيس)

(١) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الأذان، تحت الفروع، قبيل باب شروط الصلاة: ١/٣٧١، ظفير (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الأذان: ٤/٣٥. انيس)

☆ کیا بوقت اعادۂ صلاۃ مع الجماعت اقامت کا بھی اعادہ ہوگا:

سوال: اگر کسی وجہ سے نماز باجماعت فاسد ہو جائے تو کیا بصورت اعادۂ نماز اقامت کا بھی اعادہ ہوگا؟ بینوا وتوجروا۔ ==

ترک واجب کی وجہ سے اعادہ کی جانے والی نماز کے لئے تکبیر کی حاجت نہیں:

سوال (۱) اگر امام کسی واجب کے ترک سے سجدۂ سہو بھول جائے اور سلام پھیر دے، تو جب اس نماز کا اعادہ کیا جائے، تو کیا اس نماز کے لئے تکبیر کہنی پڑے گی یا نہیں؟ اگر کہنی پڑتی ہو اور نہ کہی گئی ہو تو کیا دوسری نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو تیسری دفعہ نماز مع تکبیر ادا کی جائے؟

(۲) اگر کوئی سجدۂ سہو بھول گیا، تو سلام کے بعد کتنی دیر تک سجدۂ سہو کر سکتا ہے؟

الجواب

ترک واجب کی وجہ سے اگر نماز دوبارہ پڑھی جائے، تو اعادۂ تکبیر کی حاجت نہیں، وہیں کھڑے ہو کر بدونِ اعادۂ تکبیر نماز لوٹالی جائے، اعادہ وقت کے اندر طویل فصل کے بغیر ہو، تو اقامت نہ کہی جائے، وگرنہ؛ کہی جائے۔

"قوم ذكروا فساد صلاة صلوها في المسجد في الوقت قضوها بجماعة فيه ولايعيدون الأذان والإقامة". (ردالمحتار، باب الأذان، مطلب في أذان الجوق: ۳٦٣/۱)

۲۔ جب تک دنیوی بات نہیں کی، سینہ قبلہ سے منحرف نہیں ہوا، وضو نہیں ٹوٹا، تو سلام پھیر لینے کے بعد وہیں بیٹھے بیٹھے سجدۂ سہو کر سکتا ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۲۱۳-۲۱۴)

تکرار جماعت کے وقت تکبیر کہی جاوے یا نہیں:

سوال: جو مسجد لب سڑک ہو اس میں پہلی جماعت ہو چکی ہو، اگر دوسری جماعت کرائی جاوے تو کیا اس دوسری جماعت کے لئے بھی تکبیر ثانی کہنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً

اگر وقت کے اندر ہی کچھ دیر کے بعد کی جائے تو اقامت بھی پھر سے کہی جائے اور اگر دیر نہ ہو، تو اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (في المجتبىٰ: قوم ذكروا فساد صلاة صلوها في المسجد في الوقت قضوها بجماعة فيه ولايعيدون الأذان والإقامة، وإن قضوها بعد الوقت، قضوها في غير ذلك المسجد بأذان وإقامة، لكن سيأتي أن الإقامة تعاد لو طال الفصل. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أذان الجوق: ۲٥٨/۱، نعمانيه، ديوبند) وكذا في البناية شرح الهداية ماينبغي للمؤذن والمقيم: ۱۰۹/۲/ والبحر الرائق، جلوس المؤذن بين الأذان والإقامة: ۲۷٦/۱. انيس) والله اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حمزہ عفی عنہ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفر لہ ۲۱/۷/۱۴۱۴ھ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۲/۳۱٦)

(۱) (يجب بعد سلام واحد عن يمينه فقط)... (سجدتان)... (تشهد وسلام)... (إذا كان الوقت صالحاً) فلو طلعت الشمس في الفجر أو احمرت في القضاء أو وجد مايقطع البناء بعد السلام سقط عنه، فتح. (الدر المختار)

قال الشامي: (قوله مايقطع البناء) كحدث عمد وعمل مناف، إمداد. (ردالمحتار، باب سجود السهو: ۷۷/۲-۷۹، انيس)

الجواب

اگرامام ومؤذن اس مسجد کا مقرر نہ ہو؛ تو جماعت ثانیہ اس مسجد میں درست ہے اور اقامت یعنی تکبیر ثانی کہی جاوے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۱۸/۲) ☆

جماعتِ ثانیہ کے لئے اقامت:

سوال: اگر جماعت ثانیہ مسجد سے باہر ہوتو تکبیر کہی جائے گی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حصہ مسجد سے خارج وضوخانہ وغیرہ میں جب جماعت کی جائے تب بھی تکبیر کہی جائے۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔۱۵/۶/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔۱۸/۶/۱۳۸۷ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۴۶۱/۵-۴۶۲)

(۱) بل يكره فعلهما وتكرار الجماعة إلا في مسجد علىٰ طريق فلا بأس بذلك،جوهرة.(الدر المختار)

(قوله إلا في مسجد علىٰ طريق) هو ماليس له إمام ومؤذن راتب فلايكره التكرار فيه بأذان وإقامة بل هو الأفضل، خانية.(ردالمحتار،باب الأذان،قبيل مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد:۳٦٧/١،ظفير)

☆ دوبارہ جماعت میں اقامت:

سوال: مسجد میں جماعت ہوچکی ہواور دوبارہ جماعت کی جائے تو اقامت کہنی چاہئے یانہیں؟

(صبغت اللہ، بخارہ ہلز)

الجواب

اگر ایسی مسجد ہو کہ وہاں امام ومؤذن مقرر نہ ہو، مسجد شاہراہ، بازار، یااسٹیشن وغیرہ پرواقع ہو، گزرنے والے نماز پڑھ لیا کرتے ہوں، تو ایسی صورت میں ہرگروہ کواذان واقامت کے ساتھ نمازادا کرنا بہتر ہے:

كمافي مسجد ليس له إمام ولامؤذن ويصلى الناس فيه فوجًا فوجًا فإن الأفضل أن يصلى كل فريق بأذان وإقامة علىٰ حدة، كما في أمالي قاضي خان.(رد المحتار،باب الإمامة:۵۵۳/۱،دارالفکر)

لیکن محلّہ کی مسجد میں جہاں باضابطہ نماز ہوا کرتی ہو، اگر دوسری جماعت کرنی پڑےتو دوسری جماعت میں نہ اذان دینی چاہئے اورنہ اقامت کہنی چاہئے:

"ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق أو مسجد لا إمام له ولا مؤذن".(الدر المختار ، باب الإمامة:۵۵۲/۱)(کتاب الفتاویٰ:۱۵۲/۲-۱۵۳)

(۴) مسجد ليس له مؤذن و إمام معلوم،يصلى فيه الناس فوجًا فوجًا بجماعة،فالأفضل أن يصلى ==

ٹرین میں نماز پڑھیں، تو کیا اقامت ہر جماعت کے لئے علیحدہ کہنی چاہیے:

سوال: سفر میں جاتے ہوئے ٹرین میں نماز کے وقت اذان دیتے ہیں اور پندرہ بیس ساتھی ہوتے ہیں، تین یا چار ساتھی مل کر جماعت کرتے ہیں، اس طرح ایک دوسرے کے بعد کئی جماعتیں ہوتی ہیں، کیا ہر ایک دفعہ اقامت کہنا ضروری ہے؟

الجواب

ہر ایک جماعت کے لیے اقامت سنت ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۳۱۵)

تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے اقامت:

سوال: کیا گھر میں یا کسی اور جگہ تنہا فرض نماز پڑھنے والے کو اقامت کہنا ضروری ہے؟

(ڈاکٹر سراج الدین، کریم نگر)

الجواب

اقامت کہنا سنتِ مؤکدہ ہے؛ بشرطیکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے، اگر تنہا نماز ادا کی جائے؛ تب بھی اقامت کہہ دینا بہتر ہے۔ البتہ تنہا پڑھنے والے کے لئے سنتِ مؤکدہ نہیں۔

طحطاوی میں ہے:

"إتيان المنفرد به على سبيل الأفضلية فلايسن في حقه مؤكدًا والمكروه له ترك الأذان والإقامة معاًحتى لوترك الأذان وأتى بالإقامة لايكره". (۲) (کتاب الفتاویٰ:۲/۱۴۷) ☆

== كل فريق بأذان وإقامة على حدة،كذا في فتاوىٰ قاضي خان". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، باب الأذان، الفصل الأول في صفة الأذان وأحوال المؤذن: ١/٥٥، رشيدية)/وكذا رد المحتار، باب الإمامة: ١/٥٥٣، دارالفكر)

"وإن كان المسجد على الطريق فلا بأس أن يؤذنوا فيه ويقيموا آه". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ١/٤٦٢، رشيدية)

(۱) والإقامة مثله أي مثل الأذان في كونه سنّة للفرائض فقط. (البحر الرائق: ١/٣٧٠)

(۲) حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب الأذان: ١٠٥۔

☆ تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے اقامت ہے یا نہیں، اور کتنی آواز سے کہنی چاہیے:

سوال: ایک آدمی گھر میں یا مسجد میں جماعت ہو جانے کے بعد کسی وقت کی نماز پڑھے، تو تکبیر اقامت اس کو کہنا چاہیے کہ نہیں؟ اگر کہنا چاہیے، تو کیا زور سے قراءت کرنے والی اور آہستہ قراءت کرنے والی دونوں کی فرض نماز میں زور سے کہنا چاہیے؟ ==

منفرد کے لئے اقامت کہنا اور اگر جماعت کے ساتھ ہو تو اقامت کا جواب دینا کیسا ہے:

سوال (١) اگر اکیلے نماز ادا کروں تو اقامت کہوں گا یا نہیں؟

(٢) جماعت کی نماز میں مؤذن کے ساتھ مقتدیوں کو بھی اقامت کے الفاظ کو دہرانے ہوں گے یا صرف نیت ہی کافی ہے؟

(٣) سنت اور نفل میں اقامت ہے یا نہیں؟

(٤) اقامت کے الفاظ کو دہرانا فرض ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

فرض نماز اگر اکیلے پڑھیں تو اقامت کہہ لیا کریں۔(١) فرض نماز جب جماعت سے پڑھیں تو اقامت کے الفاظ کو دہرا سکتے ہیں، اس میں ثواب ہے، جب مؤذن "قد قامت الصلاة" کہے تو آپ کہئے "أقامها الله و أدامها"، (٢) پھر نیت کر کے جماعت میں شریک ہو جائیں، سنت و نفل میں اقامت نہیں ہے۔(٣) اقامت کے الفاظ کا دہرانا فرض ولازم نہیں ہے۔(٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالصمد رحمانی۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ٢٨٩/٢)

==

الجواب ــــــــــــــــــــ

اقامت تنہا نماز پڑھنے والے کے لیے بھی مسنون ہے، اتنی آواز سے کہے کہ سنائی دے۔ (وندبا لهما أي الأذان و الإقامة للمسافر والمصلّي في بيته في المصر. (البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ٢٨٠/١)

(وندباً) أي الأذان والإقامة (لهما) أي للمسافر والمصلي في بيته في المصر ليكون الأداء على هيئة الجماعة (لا للنساء) لكراهة جماعتهن. (النهر الفائق، باب الأذان: ١٨٠/١. انيس) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ٣١٥/٣)

(١) "ولايكره تركهما لمن يصلي في المصر إذا وجد في المحلة ولافرق بين الواحد والجماعة، هكذا في التبيين. والأفضل أن يصلي بالأذان والإقامة". (الفتاوىٰ الهندية، الفصل الأول في صفة الأذان وأحوال المؤذن: ٥٤/١)

(٢) (ويجب الإقامة) ندبًا إجماعًا (كالأذان) ويقول عند "قد قامت الصلاة": "أقامها الله وأدامها". (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الأذان، قبيل باب شروط الصلاة: ٧١/٢)

عن أبي أمامة أو عن بعض أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أن بلالاً أخذ في الإقامة فلما أن قال: قدقامت الصلاة، قال النبي صلى الله عليه وسلم: أقامها الله وأدامها، الخ. (سنن أبي داؤد، باب مايقول إذا سمع الإقامة (ح: ٥٢٨) انيس)

(٣) وليس لغير الصلوات الخمس والجمعة نحو السنن والوتر والتطوعات والتراويح والعيدين أذان ولا إقامة، كذا في المحيط. (الفتاوىٰ الهندية، الفصل الأول في صفة الأذان وأحوال المؤذن: ٥٣/١)

(٤) (قوله إجماعاً) ... أي إن القائلين بإجابتها أجمعوا على الندب ولم يقل أحد منهم بالوجوب كما قيل في الأذان. (ردالمحتار، باب الأذان، قبيل باب شروط الصلاة: ٤٠٠/١. انيس)

قضا نماز میں اقامت:

سوال: فرض نماز قضا پڑھنے کی حالت میں اقامت کہہ کر نماز پڑھے یا بغیر اقامت بھی نماز ہوسکتی ہے، اگر بلا اقامت نماز پڑھی ہوں، تو ان کا اعادہ کرے یا کہ درست ہوگئی؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

بلا اقامت بھی درست ہے، لہٰذا جو پڑھی گئی، اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔(۱) اگر جماعت کے ساتھ قضا کی جائے تو اقامت مسنون ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۲۶/۱۲/۶۷ھ۱۳۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ ۲۹/ذی الحجہ ۶۷ھ۱۳۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۶۹/۵)

متنفل کی اقامت مکروہ ہے:

سوال: جو آدمی فرض پڑھ چکا ہے، پھر جماعت کے ساتھ شریک ہوا وہ اقامت کہہ سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

عبارت ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ متنفل کی اقامت مکروہ ہے۔

قال في العلائية: يكره له أن يؤذن في مسجدين. (الدر المختار)

وفي الشامية: (قوله في مسجدين) أنه إذا صلى في المسجد الأول يكون متنفلاً بالأذان في المسجد الثاني و التنفل بالأذان غير مشروع ولأن الأذان للمكتوبة وهو في المسجد الثاني يصلي النافلة فلا ينبغي أن يدعو الناس إلى المكتوبة وهو لا يساعدهم فيها، آه، بدائع. (رد المحتار: ۳۷۲/۱) **فقط و الله تعالىٰ أعلم**

۱۳/ربیع الاول ۹۵ھ۱۳ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۲۹۲/۲-۲۹۳)

---

(۱) (... وهو سنة)... (مؤكدة) هي كالواجب في لحوق الإثم... والإقامة كالأذان. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۸۴/۱-۳۸۸، سعيد)

"ترك السنة لا يوجب فسادًا ولا سهوًا، بل إساءة لو عامدًا"... (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب سنن الصلاة: ۴۷۳/۱-۴۷۴، سعيد)

(۲) (و) يسن أن (يؤذن ويقيم لفائتة) رافعاً صوته لو بجماعة أو صحراء لا بيته منفردًا. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أذان الجوق: ۳۹۰/۱، سعيد)

"ويؤذن للفائتة ويقيم؛ لأن الأذان سنة للصلوات لا للوقت، فإذا فاتته صلاة تُقضى بأذان وإقامة لحديث أبي داؤد وغيره، أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أمر بلالاً بالأذان والإقامة حين ناموا عن الصبح وصلوها ==

بیوی کی اقامت:

سوال: میاں بیوی دونوں باجماعت نماز پڑھنا چاہتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ عورت تکبیر کہہ سکتی ہے یا نہیں؟ اس کے کہنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

عورت کا اذان دینا بھی مکروہ ہے اور تکبیر کہنا بھی مکروہ ہے۔ (کذا فی نور الإیضاح)(۱) لیکن فقہا نے دو علتیں کراہت کی لکھی ہیں: ایک یہ کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے، مگر اس کی تضعیف کی گئی ہے، دوسری علت خوف فتنہ ہے، وہ اس صورت میں مفقود ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۶۳/۵)

== بعد ارتفاع الشمس ، وهو الصحيح في مذهب الشافعي،كما ذكره النووي في شرح المهذب". (البحر الرائق،كتاب الصلاة،باب الأذان: ۴۵۵/۱ ، رشيدية)(المجموع شرح المهذب،باب مواقيت الصلاة: ٦٩/٣،انيس)

عن إبراهيم أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عرس هو وأصحابه فلم يوقظهم إلا حر الشمس فقاموا فأمر بلالاً فأذن ثم أوتر النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وأصحابه ثم تأخروا عن معرسهم حين استيقظوا فصلوا ركعتين ثم أمر بلالاً فأقام الصلاة فصلى بالناس رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم. (الآثار لأبي يوسف،باب افتتاح الصلاة (ح: ۱۱۹)انيس)

(۱) "ويكره التلحين وإقامة المحدث وأذانه وأذان الجنب وصبي لا يعقل ومجنون وسكران وامرأة". (نور الإيضاح متن مراقي الفلاح،كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱۹۹، قديمي)

"منها: أن يكون رجلاً،فيكره أذان المرأة باتفاق الروايات؛لأنها إن رفعت صوتها،فقد ارتكبت معصية،وإن خفضت فقد تركت سنة الجهر". (بدائع الصنائع،كتاب الصلاة،فصل في مايرجع إلىٰ صفات المؤذن: ٦٤٥/١، دار الكتب العلمية،بيروت)

(۲) "وأذان امرأة؛ لأنها إن ... خفضت صوتها أخلت بالإعلام،وإن رفعته ارتكبت معصية؛لأنه عورة". (مراقي الفلاح)

(قوله لأنه عورة)ضعيف والمعتمد أنه فتنة فلا تفسد برفع صوتها صلاتها". (حاشية الطحطاوي علىٰ مراقي الفلاح،كتاب الصلاة،باب الأذان: ۱۹۹، قديمي)

"قال: كأذان المرأة علله قاضي خان وصاحب المحيط بأن صوتها عورة،لكن الأرجح هو أنها ليست بعورة، كما صرح به في شرح المنية.فالأولىٰ أن يعلل كراهة أذانها بأن فيه احتمال وقوع الفتنة برفع الصوت كما علله به في البحر،ولهذا منعن من التسبيح وتعلم القرآن من الأعمىٰ وغيرذلك". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية،كتاب الصلاة ،باب الأذان: ۳۳/۲، سهيل اكيڈمی،لاهور)

"وأما أذان المرأة، فلأنها منهية عن رفع صوتها؛لأنه يؤدي إلى الفتنة". (البحر الرائق،كتاب الصلاة،باب الأذان: ۴۵۸/۱ ،رشيدية)

مخنث کا اقامت کہنا:

سوال:　مخنث اور وہ شخص جس نے اپنے آلۂ تناسل کو کٹوادیا ہو وہ تکبیر کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

تکبیر اگر یہ کہے تب بھی کافی ہوجائے گی، مگر تکبیر کہنا معزز اور ثقہ آدمی کا حق ہے۔ اس لئے مخنث وغیرہ کو اس سے روک دیا جائے۔(١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ٤٦٤/٥)

لاؤڈ اسپیکر سے اقامت کہنا:

سوال:　ہماری مسجد ابوحنیفہ کے حلقہ میں مزدور، ناخواندہ اور دینی اعتبار سے بے شعور لوگ رہائش پذیر ہیں اور الگ الگ طریقہ پر گھروندوں میں رہتے ہیں، اس لیے ہم اپنی مسجد میں اذان کے علاوہ اقامت بھی لاؤڈ اسپیکر پر کہتے ہیں، ایک مقامی عالم اس طرح اقامت کہنے کو روح اسلام کے خلاف کہتے ہیں اور فی سبیل اللہ فساد کہتے ہیں؟

هــــو المـصــو بــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں اذان غائبین کے لیے ہے اور اقامت حاضرین کے لیے ہے اور اذان میں بھی لاؤڈ اسپیکر کی اجازت ضرورت کی بنیادی پر دی گئی ہے، لیکن اگر مسجد کافی بڑی ہے اور وہاں بھی اقامت کے لیے لاؤڈ اسپیکر کی ضرورت پڑ رہی ہے تو استعمال کر سکتے ہیں، جو لوگ مسجد کے باہر ہیں؛ ان کو متنبہ کرنے کے لیے اقامت لاؤڈ اسپیکر سے کہنا بلا ضرورت صحیح نہیں ہے۔

نوٹ:　اگر نمازی مسجد میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے باہر پائے جا رہے ہیں تو لاؤڈ اسپیکر سے اقامت کہنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ٣٩٣/١)

(١)　"وفي الحاوي القدسي: من سنن المؤذن كونه رجلاً عاقلاً صالحاً عالماً بالسنة والأوقات مواظباً عليه محتسباً ثقةً متطهرًا مستقبلاً". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب الأذان، ذكر أحوال المؤذن: ٣٨/٢، سهيل اكيڈمی، لاهور)

"وفي الكافي: والأولٰى أن يتولٰى العلماء أمر الأذان". (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة، في أذان المحدث و الجنب وبيان من يكره ومن لا يكره: ٥١٩/١، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اجعلوا أئمتكم خياركم فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين الله عزوجل. (سنن الدارقطني، باب تخفيف القراءة لحاجة (ح: ١٨٨١)٫

==

کیا اقامت وہی کہے جس نے اذان دی ہے:

سوال: کیا مؤذن ہی کو تکبیر پڑھنا چاہئے، دوسرے کیلئے ممنوع ہے۔ اگر مؤذن ملازم مسجد ہو اور اگر کوئی ملازم نہ ہو کبھی کوئی اذان کہتا ہو کبھی کوئی؟

الجواب

خواہ مؤذن تنخواہ دار اور معین ہو اور دائمی اذان کہتا ہو یا ایسا نہ ہو؛ گاہ گاہ اذان کہتا ہو۔ بہر حال علاوہ مؤذن کے دوسرے شخص کو تکبیر کہنا درست ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ! جس نے اذان کہی؛ وہی تکبیر کہے، یا دوسرے کو اجازت دے دے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۹۷)☆

== السنن الكبرىٰ للبيهقي،باب اجعلوا أئمتكم خياركم (ح: ٥١٣٣)وقال:إسناده ضعيف،لكن روى الحاكم عن مرثد بن أبي مرثدالغنوى وكان بدرياًقال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:إن سركم أن تقبل صلاتكم فليؤمكم خياركم فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم عزوجل.(المستدرك،ذكرمناقب مرثدبن أبي مرثدالغنوى (ح: ٤٩٨١) وروى ابن عساكر في المعجم عن أبي أمامة عن النبي صلى الله عليه وسلم (ح:١٢٢٤)وقال:هذا حديث غريب.انيس)

(۱) (أقام غيرمن أذن بغيبته)أى المؤذن (لايكره مطلقاً) وإن بحضوره كره إن لحقه وحشة ، كماكره مشيه فى إقامته. (الدرالمختار)

(قوله كره إن لحقه وحشة) أى بأن لم يرض به وهذا اختيارخواهرزاده،الخ. وقال فى البحر:ويدل عليه إطلاق قول المجمع: ولانكرهها من غيره،الخ،فلابأس بأن يأتى بكل واحد رجل آخرولكن الأفضل أن يكون المؤذن هوالمقيم، آه،أى لحديث من أذن فهويقيم.(ردالمحتار،باب الأذان،قبيل مطلب فى كراهة تكرار الجماعة فى المسجد:١/٢٦٧،ظفير)

☆ **کیا مؤذن ہی اقامت کہے:**

سوال: جس شخص نے اذان دی، کیا ضروری ہے کہ وہی شخص اقامت کہے؟ یا مجبوری کی حالت میں دوسرا شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے؟

(جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

الجواب

اصل میں اقامت کہنا مؤذن کا حق ہے، اس لئے اگر مؤذن اقامت کہنا چاہے تو اس کو اقامت کہنے کا موقع دینا چاہئے، چنانچہ ایک بار حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ نے اذان دی، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنا چاہا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمادیا اور کہا کہ زیاد ہی اقامت بھی کہیں گے۔(الجامع للترمذى،رقم الحديث: ١٩٩،باب ماجاء أن من أذن فهويقيم/سنن أبي داؤد،رقم الحديث: ٥١٤،باب في الرجل يؤذن ويقيم آخر.محشى)

(بلفظ:عن زيادبن الحارث الصدائى قال:أمرنى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أؤذن فى صلاة الفجر فأذنت فأراد بلال أن يقيم،فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:إن أخا صداء قدأذن،ومن أذن فهويقيم.انيس)==

اذان دینے والے ہی کو اقامت کا حق ہے:

سوال: مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں:

کسی مسجد کا مؤذن زید متعین ہے، زید نے بکر کو کسی وقت اذان پڑھنے کی اجازت دیدی ہے، یا ایسا کہ وقت ہو جانے پر بکر نے اذان پڑھ دی، تو اس صورت میں اقامت پڑھنے کا حق کس کو ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

افضل یہی ہے کہ جو اذان کہے، وہی اقامت کہے، اقامت کا حق مؤذن کو ہے، اگر کسی نے اذان دی اور دوسرے نے اقامت کہی، اگر مؤذن حاضر نہ ہو، تو بلا کراہت جائز ہے، اگر حاضر ہو اور دوسرے کی اقامت سے نہ راضی ہوتا ہے، تو مکروہ ہے، اگر راضی ہے، تو مکروہ نہیں ہے۔

== ہاں اگر کسی مجبوری کی وجہ سے دوسرا شخص اقامت کہے، مثلا: مؤذن اذان کہہ کر کہیں چلا جائے، تو ایسی صورت میں دوسرے شخص کا اقامت کہنا درست ہے، اسی طرح اگر مؤذن موجود ہو اور وہ خود دوسرے سے اقامت کہنے کی خواہش کرے، یا کوئی دوسرا شخص اس کی رضامندی سے کہے، تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

" وإن أذن رجل،وأقام رجل آخر،إن غاب الأول جازمن غير كراهة،وإن كان حاضرًا وتلحقه الوحشة بإقامة غيره يكره،وإن رضى به لا يكره عندنا ". (الفتاویٰ التاتارخانية،كتاب الصلاة،الأذان،نوع آخر في أذان المحدث والجنب وبيان من يكره أذانه ومن لايكره: ١/ ٥٢٠، نیز دیکھئے! الفتاویٰ الهندية،الفصل الأول في صفة الأذان وأحوال المؤذن: ١/٥٤) (وكذا في المحيط البرهاني في الفقه النعماني،الفصل السادس عشر في التغني والإلحان: ١/٣٤٦/البحر الرائق،كتاب الصلاة: ١/٢٧٠،انيس)

حدیث سے بھی اس کا جائز اور درست ہونا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ جب اذان کا سلسلہ شروع ہوا، تو پہلی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان دلوائی اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے اقامت کہلائی۔(سنن أبي داؤد: ١/٧٦،رقم الحديث: ٥١٢،باب في الرجل يؤذن ويقيم آخر)

عن عبدالله بن زيد قال: أراد النبي صلى الله عليه وسلم في الأذان أشياء لم يصنع منها شيئاً قال: فأرى عبدالله بن زيد الأذان في المنام ، فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فأخبره، فقال: ألقه على بلال،فألقاه عليه،فقال عبدالله: أنا رأيته ، وأنا كنت أريده ، قال: فأقم أنت. (سنن أبی داؤد ،باب الرجل يؤذن ويقيم آخر (ح: ٥١٢)/مسند أبي داؤدالطيالسي،عبدالله بن زيدبن عاصم الأنصاری (ح: ١١٩٩)/مسند الإمام أحمد،حديث عبدالله بن زيدبن عبدربه (ح: ١٦٤٧٦)/المسند للشاشي،ماروى عبدالله بن زيد بن الحارث بن الخزرج بن جشم بن الحارث بن الخزرج عن النبی صلى الله عليه وسلم .انيس))(کتاب الفتاویٰ:۲/۱۴۹-۱۵۰)

و أفضل أن يكون المؤذن هو المقيم، كذا في الكافي. وإن أذن رجل و أقام آخر إن غاب الأول جاز من غير كراهة وإن كان حاضرًا ويلحقه الوحشة بإقامة غيره مكروه وإن رضي به لايكره عند نا، كذا في المحيط. (۱)

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیو بند۔ ۱۳۱۰/۲/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن خیر آبادی، مفتی دار العلوم دیو بند۔ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ۸۷۔۸۸)

غیر مؤذن کا تکبیر کہنا:

سوال: حقِ تکبیر مؤذن کو ہے یا عام ہے؟ اگر حقِ تکبیر مؤذن ہی کے لیے ہے تو اس کی اجازت سے ہر شخص کا تکبیر پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے، اگر اجازت نہ ہو تو بلا اجازت پڑھنا غصب حقِ تکبیر ہے یا نہیں؟ اور غاصب کا کیا حکم ہے، تکبیر امام کے مصلی پر آنے کے بعد پڑھنی چاہئے یا بعد میں؟ (محمد یعقوب)

الجواب ــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر جماعت کا وقت آ گیا اور مؤذن موجود نہیں تو جس کا دل چاہے تکبیر کہہ لے، اگر مؤذن موجود ہے، تو بغیر اس کی رضا یا اجازت کے دوسرا شخص تکبیر نہ کہے، کیونکہ تکبیر مؤذن کا ہی حق ہے۔

لحديث: "من أذن فهو يقيم، الخ". (مشكوٰة المصابيح: ٦٤/١، كتاب الصلاة، باب الأذان، الفصل الثاني) (۲)

اگر بغیر اس کی رضا یا اجازت کے دوسرا شخص تکبیر کہے تو یہ مکروہ ہے۔

"أقام غير من أذن بغيبته أي المؤذن لا يكره مطلقاً، وإن بحضور كره إن لحقه وحشة". (الدر)

قال الشامي: "أي بأن لم يرض به". (ردالمحتار: ٣٦٧/١) (۳)

(۱) الفتاویٰ الهندية، الفصل الأول في صفة الأذان وأحوال المؤذن: ٥٧/١. (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، الفصل السادس عشر في التغني والإلحان: ٣٤٦/١. انيس)

(۲) "قال: ولا بأس بأن يؤذن واحد ويقيم آخر؛ لما روى أن عبد الله بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه سأل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن يكون له في الأذان نصيب، فأمر أن يؤذن بلال ويقيم هو"، ولأن كل واحد منهما ذكر مقصود فلا بأس بأن يأتي بكل واحد منهما رجل آخر. والذي روى أن الحارث الصدائي أذن في بعض الأسفار وبلال كان غائبًا، فلما رجع بلال وأراد أن يقيم، قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن أخا صداء أذن، ومن أذن فهو يقيم". إنما قاله علىٰ وجه تعليم حسن العشرة لا أن خلاف ذلك لا يجزىء". (المبسوط، كتاب الصلاة، باب الأذان: ٢٧٤/١، المكتبة الغفارية، كوئٹہ)

(والحديث أخرجه الترمذي، رقم الحديث: ١٩٩، باب ماجاء أن من أذن فهو يقيم/ و أبو داؤد، رقم الحديث: ٥١٤، باب في الرجل يؤذن ويقيم آخر. انيس)

(۳) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان، قبيل مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد: ٣٩٥/١، سعيد

امام کے مصلی پر آنے سے پہلے تکبیر جائز ہے بشرطیکہ مصلی کے قریب ہو؛ کہ فصل مزید لازم نہ آئے، مگر بہتر یہ ہے کہ آنے کے بعد ہو۔(١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ٧/٨/١٣٥٢ھ۔

صحیح: عبد اللطیف۔ ٨/شعبان ١٣٥٢ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ٤٦٠/٥-٤٦١)

مؤذن کا اذان کہنے کے بعد خود جماعت میں شریک نہ ہونا:

سوال (١) مؤذن اذان کے بعد وضو یا سنتوں یا اور کسی کام میں مشغول ہوجاتے ہیں حتی کہ نماز کھڑی ہوجاتی ہے اور جب امام تکبیر تحریمہ باندھ چکا ہوتا ہے، یا ایک رکعت ہوجاتی ہے، تو اب یہ مؤذن اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے، بلکہ دوسری مسجد میں جا کر تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں، ان کا یہ روزانہ کا معمول ہے، کبھی ظہر کی نماز میں دو منٹ باقی ہوتے ہیں، جبکہ ان کو ٹائم کا بھی علم ہوتا ہے، اس کے باوجود سنتوں کی نیت باندھ لیتے ہیں، جب تک وہ سنتوں سے فارغ ہوتے ہیں اتنے میں نماز کی دو تین رکعتیں نکل جاتی ہیں، اب اس صورت میں بھی یہ نماز چھوڑ کر دوسری مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرتے ہیں، نیز ظہر کی اور فجر کی سنتوں کو نماز سے پہلے پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہوں گی ہی نہیں، لہذا ان کا یہ علم کہاں تک درست ہے اور ان کے لئے کون سی صورت بہتر ہے بیان فرمائیں؟

اقامت کون کہے:

(٢) مؤذن صاحب مغرب کی اذان دے کر لوٹتے ہیں تو تکبیر کوئی دوسرا مقتدی پڑھ دیتا ہے، یہ روزانہ کا معمول ہے۔ موذن صاحب بعد میں خفا ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تکبیر مؤذن کا حق ہے، آپ حضرات ایک دو منٹ انتظار کرلیا کریں، لہذا شریعت کی روشنی میں بیان فرمائیں کہ کیا واقعی یہ مؤذن کا حق ہے اور اس کے لئے انتظار کی گنجائش بھی ہے یا نہیں؟

---

(١) "عن عبد اللّٰہ بن أبی قتادة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه عن أبیه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم: "إذا أقیمت الصلاة فلا تقوموا حتیٰ ترونی"."

قال ابن حجر العسقلانی رحمه اللّٰہ تعالٰی: "وفیه جواز الإقامة والإمام فی منزله إذا کان یسمعها، وتقدم إذنه فی ذلک". (فتح الباری، کتاب الأذان، باب متی یقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ١٥٢/٢-١٥٣، قدیمی)

"والقیام لإمام ومؤتم حین قیل: "حی علی الفلاح"، إن کان الإمام بقرب المحراب، وإلا فیقوم کل صف ینتهی إلیه الإمام علی الأظهر" (الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ٤٧٩/١، سعید)

الجواب ــــــــــــــ وباللہ التوفیق

(١) صورت مسئولہ کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر جماعت کا وقت مقرر ہے اور جماعت اسی وقت مقررہ پر ہوتی ہے تو مؤذن صاحب کا سنتوں میں مشغول رہ کر جماعت چھوڑ دینا جائز نہیں، بلکہ مسئلہ اس طرح ہے کہ اگر ظہر کی سنت ہے تو اگر دوسری رکعت پوری ہونے کے قریب ہے تو دو رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شریک ہو جائے، اور اگر تین رکعت پڑھ چکا ہے، تو چاروں رکعت بعجلت پوری کر کے جماعت میں شریک ہو جائے، ورنہ سنتوں کی نیت توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے اور جماعت نہ چھوڑے، ورنہ گنہگار رہوگا۔

"(قوله خلافا لما رجحه الكمال): حيث قال: وقيل يقطع علىٰ رأس الركعتين وهو الراجح ... ثم اعلم أن هذا كله حيث لم يقم إلى الثالثة أما إن قام إليها وقيدها بسجدة ففي رواية النوادر يضيف إليها رابعة ويسلم وإن لم يقيدها بسجدة قال في الخانية: لم يذكر في النوادر، واختلف المشائخ فيه قيل يتمها أربعًا ويخفف القراءة". (رد المحتار: ٧٤٩/١)(١)

اسی طرح اگر فجر کی سنتوں میں غالب گمان ہو کہ سنت پڑھ کر جماعت مل جائے گی جب تو سنت کہیں کنارے پر پڑھ کر فرض میں شریک ہو جائے، ورنہ سنت چھوڑ دے اور فرض میں شریک ہو جائے۔ پھر سنتِ ظہر فرض کے بعد اور سنتِ فجر آفتاب طلوع ہونے کے بعد راجح قول میں پڑھے تو ترک کا گناہ نہ ہوگا۔

"وإذا خاف فوت ركعتي الفجر لاشتغاله بسنتها تركها لكون الجماعة أكمل وإلا بأن رجا إدراك ركعة في ظاهر المذهب وقيل التشهد ... ولا يتركها بل يصليها عند باب المسجد". (الدر المختار: ٤٨٨/١، باب إدراك الفريضة، مطلب هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش)

"وقال محمد: أحب إلى أن يقضيها إلى الزوال كما في الدرر، قيل هذا قريب من الاتفاق ... وقال: لايقضي وإن قضى فلا بأس به". (رد المحتار: ٤٨٢/١، مطلب هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش)

پس مؤذن کا سنت میں مشغول رہ کر جماعت چھوڑ دینا اور دوسری مسجد میں چلا جانا مکروہ تحریمی ہے اور سخت گناہ ہے، اور جس مسجد میں اذان دے اس کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھنا فقہا نے مکروہ تحریمی لکھا ہے اور اس پر سخت نکیر وارد ہوئی ہے، اور نکیر کی صورت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ ایسی قبیح حرکت ہے کہ جیسے کوئی لوگوں کو کھانے کی دعوت دیکر بلائے اور جب لوگ کھانا کھانے کے لئے آویں، تو یہ دعوت دینے والا غائب ہو جائے یہ عنداللہ سخت مبغوض اور ممنوع ہے، پس اگر یہ صورت اذان دیر میں دینے سے پیش آگئی ہے تو اس پر لازم ہے کہ مقررہ وقت سے اتنا قبل دے کہ مستقل نمازی آکر طہارت ووضو، سننِ رواتب پڑھ کر اطمینان سے تکبیر اولیٰ پالیں، جب دوسرے نمازی اتنا وقت پا جائیں گے، تو مؤذن کیوں نہ پائے گا، پس اگر اتفاقیہ تاخیر اذان میں ہوگئی ہے جب تو قابلِ رعایت ہوگا۔ ورنہ اس

(١) ردالمحتار، باب إدراك الفريضة، قبيل مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد. انيس

تاخیر کی عادت کرے گا تو واجب العزل ہوگا اور اس کو ہٹا کر دوسرا مستعد مؤذن مقرر کر لینا چاہئے، کیونکہ اذان کی گڑبڑی اور عدم پابندی وقت سے جماعت کا نظم بھی گڑبڑ ہوسکتا ہے، اسی طرح اگر جماعت کا وقت مقرر نہ ہو، یا اس کا انتظام نہ ہوتو جماعت منظّم نہ ہوگی اور سارے ہی اہل محلّہ عند اللہ ماخوذ ومجرم ہوں گے اور جماعت کا نظم برقرار وقائم رکھنا ضروری ہوگا، ورنہ سارے اہل محلّہ گنہگار رہوں گے۔

اور اگر جماعت کا وقت مقرر ہے، مگر امام سے وقت کی صحیح پابندی نہ ہوتی ہو اور اسی عدم پابندی سے مذکورہ بالا خرابیاں آسکتی ہیں تو امام سے بھی کہہ دیا جائے کہ پابندی اوقات کریں وہ بھی اگر نہ مانیں تو ان کو بھی بدلا جاسکتا ہے۔

(۲)　مغرب کی نماز میں مؤذن کے اذان خانہ سے جماعت گاہ تک آنے میں اتنی دیر نہیں ہوتی کہ وقت مکروہ آجائے یا اس سے نماز میں کراہت آجائے اس لئے مؤذن کے پہنچنے اور تکبیر شروع کرنے کا انتظار کرنا چاہئے اور جب مؤذن کو کسی دوسرے کی تکبیر پڑھنے سے رنج ہوتا ہے تو پھر کسی کو موذن پر سبقت کرنا درست نہ ہوگا۔ "**من أذن فهو يقيم**" کے قاعدے سے تکبیر میں سبقت نہ کرنا چاہئے۔ مؤذن کو ناگواری نہ ہوتو مضائقہ نہیں۔

"**أقام غير من أذن بغيبته أي المؤذن لايكره مطلقًا وإن بحضوره كره إن لحقه وحشة**". (الدر المختار)

"**(قوله كره إن لحقه وحشة) أي بأن لم يرض به ... الأفضل أن يكون المؤذن هو المقيم، آه، أي لحديث "من أذن فهو يقم"**. (رد المحتار: ٢٦٥/١، باب الأذان) **فقط والله أعلم بالصواب**

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند سہارنپور۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۱۷/۱-۲۲۰)

جمعہ میں تکبیر کون کہے جب پہلی اذان کوئی اور پکارے اور دوسری کوئی اور:

سوال:　جمعہ کے روز اذان اول ایک شخص نے کہی اور اذان جمعہ منبر کے سامنے کی دوسرے نے، تو تکبیر کہنا کس کا حق ہے؟

الجواب

دونوں میں سے جو چاہے تکبیر کہہ دے، تب بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۲۰/۲)

---

(۱)　**وفي الفتاوىٰ الظهيرية: والأفضل أن يكون المقيم هو المؤذن ولو أقام غيره جاز. (البحر الرائق، باب الأذان: ٢٧٠/١-٢٧١)**

معلوم ہوا کہ مؤذن کا تکبیر کہنا افضل ہے اور جمعہ میں دوسری اذان ہی اصل ہے جو منبر کے سامنے ہوتی ہے۔

"**واختلف في المراد بالأذان الأول فقيل الأذان الأول باعتبار المشروعية وهو الذي بين يدي المنبر لأنه الذي كان أولاً في زمنه عليه السلام وزمن أبي بكر وعمر حتى أحدث عثمان الأذان الثاني على الزوراء حين كثر الناس و الأصح أنه الأول باعتبار الوقت. (غنية المستملي، فصل في الجمعة، ٥١٩)**

لہذا قاعدہ میں منبر والی اذان جو کہے، وہ مقدم ہوگا۔ واللہ اعلم، ظفیر

امام صاحب اذان دیتے ہوں، تو اقامت کون کہے، کوئی دوسرا شخص اقامت کہے تو ان کی اجازت ضروری ہے یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسئلہ میں! ہمارے محلّہ کی ایک مسجد میں مؤذن متعین نہیں ہے؛ اس وجہ سے اکثر امام صاحب ہی اذان دیتے ہیں، تکبیر کہنے کیلئے امام صاحب جس کو اجازت دے دیں وہی تکبیر کہے یا ان کی اجازت کے بغیر کوئی بھی شخص تکبیر کہہ سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

افضل یہی ہے کہ جو اذان کہے وہی اقامت (تکبیر) کہے، اقامت کا حق مؤذن کو ہے، البتہ مؤذن کی غیر حاضری میں یا اس کی اجازت سے کوئی دوسرا اقامت کہے تو بلا کراہت جائز ہے۔

والأفضل أن يكون المؤذن هو المقيم (كذا في الكافي) وإن أذن رجل وأقام اٰخر إن غاب الأول جاز من غير كراهة وإن كان حاضرًا ويلحقه الوحشة بإقامة غيره يكره وإن رضي به لا يكره. (الفتاویٰ الهندية: ٣٣/١)

آپ کے یہاں مؤذن متعین نہیں ہے، امام صاحب ہی اذان بھی دیتے ہیں، تو وہ جماعت کے وقت تکبیر کہہ کر مصلی پر پہنچ جائیں۔

"**والأحسن أن يكون المؤذن إماماً في الصلوٰة**" **كذا في المعراج الدراية.** (الهندية: ٣٣/١)

یا ان کی اجازت سے کوئی دوسرا شخص تکبیر کہے، ان کی اجازت کے بغیر اگر دوسرا شخص اقامت کہے اور وہ اس کی اقامت سے ناراض ہوتے ہوں، تو مکروہ ہے۔ (الفتاویٰ الهندية: ٣٣/١) (مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو! فتاویٰ رحیمیہ: ٢٠١/١۔ ٢٠٢، اردو ایڈیشن) فقط واللہ اعلم بالصواب

١٥/محرم الحرام ١٤٠١ھ۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ٢٩٧/٤۔٢٩٨) ☆

☆ **بلا اذن مؤذن اقامت:**

سوال: بدون اذن مؤذن کوئی شخص اقامت کہہ سکتا ہے؟

الجواب

مؤذن صاحب بروقت موجود نہ ہوں اور ان کے انتظار میں مصلیوں کا حرج ہو، تو ان کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اقامت کہہ سکتا ہے۔

أقام غير من أذن بغيبته أي المؤذن لا يكره مطلقًا. (ردالمحتار: ٢٦٥/١، باب الأذان، قبيل مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد) فقط (فتاویٰ رحیمیہ: ١٢٨/٨۔١٢٩)

==

بدون رضائے مؤذن اقامت کہنا:

سوال: مؤذن کی بغیر اجازت کسی نے تکبیر کہی، تو ثواب تکبیر کہنے کا مؤذن کو ملے گا یا مکبر کو؟ اور مکبر کو بغیر اجازت تکبیر کہنے سے گناہ صغیرہ ہوگا یا کبیرہ، جبکہ مؤذن ناراض ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اقامت کا ثواب اقامت کہنے والے کو ملے گا، مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت کہنا جائز ہے، مگر خلاف اولیٰ ہے۔

قال في شرح التنوير: (أقام غير من أذن بغيبته أى المؤذن لايكره مطلقاً) وإن بحضور كره إن لحقه وحشة. (الدر المختار)

ونقل ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ عن الخلاصة والإمام الطحاوى معزياً إلىٰ أئمتنا الثلاثة و عن البحر والكافى أنه لابأس به مطلقاً ولكن الأفضل أن يكون المؤذن هو المقيم. (رد المحتار: ۱/۳٦۷) **فقط والله تعالىٰ أعلم**

۲۴/ ذی قعدہ ۱۳۸٦ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/۲۷۵) ☆

== مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت:

سوال: جس شخص نے اذان کہی؛ بغیر اس شخص کی اجازت کے؛ جب کہ وہ صف میں موجود ہے؛ کوئی دوسرا اقامت کہے، درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

اقامت درست تو ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مناسب نہیں۔

("أقام غير من أذن بغيبته أى المؤذن لا يكره مطلقاً، إن بحضور كره إن لحقه وحشة، كما كره مشيه فى إقامته". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان، قبيل مطلب فى كراهة تكرار الجماعة: ۱/۳۹۵-۳۹٦، سعيد)

"وفى الفتاوىٰ الظهيرية: والأفضل أن يكون المقيم هو المؤذن ولو أقام غيره جاز". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/٤٤۷، رشيدية)

"قال: ولا بأس بأن يؤذن واحد ويقيم آخر؛ لما روى أن عبد الله بن زيد رضى الله تعالىٰ عنه سأل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن يكون له فى الأذان نصيب، فأمر بأن يؤذن بلال ويقيم هو"، ولأن كل واحد منهما ذكر مقصود فلا بأس بأن يأتى بكل واحد منهما رجل آخر. والذى روى أن الحارث الصدائى أذن فى بعض الأسفار وبلال كان غائباً، فلما رجع بلال و أراد أن يقيم، قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن أخا صداء أذن، ومن أذن فهو يقيم". انما قاله على وجه تعليم حسن العشرة لا أن خلاف ذلك لا يجزئ". (المبسوط، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۲۷٤، المكتبة الغفارية، كوئٹة) فقط والله سبحانه تعالىٰ أعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۴۵۹)

☆ غیر مؤذن کا اقامت کہنا:

سوال: مؤذن اذان دیتا ہے، تو تکبیر دوسرا بول سکتا ہے یا نہیں؟ مؤذن سے اجازت لے کر تکبیر بولنے کا ہے کہ موذن ہی تکبیر بول سکتا ہے؟

==

امام کے سوا کوئی اقامت کہنے والا نہیں ہو:

سوال: بسا اوقات مساجد میں ایسا ہوتا ہے کہ امام کے علاوہ کسی کو اقامت کہنا نہیں آتا، تو اس وقت امام صاحب کو کیا کرنا چاہئے؟ (محمد سیف اللہ، بابا نگر)

الجواب

اگر کسی مسجد میں یہ صورت حال ہو، تو امام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کی دینی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دے، اور ان کو اس لائق بنائے کہ وہ صحیح طور پر اذان واقامت کہہ سکیں، خود اپنی نماز پڑھ سکیں، اور بوقتِ ضرورت نماز پڑھا بھی سکیں، تاہم اگر کہیں امام صاحب کے سوا کوئی اور اقامت کہنے کے لائق نہ ہو، تو یہ درست ہے کہ خود امام ہی اقامت بھی کہہ دے، علامہ حصکفی نے نقل کیا ہے کہ ایک موقع پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں اذان بھی کہی ہے، اقامت بھی، اور نماز ظہر بھی پڑھائی ہے۔(۱)

"وفي الضياء: أنه عليه السلام أذن في سفره بنفسه وأقام وصلى الظهر". (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۲/۱۵۱)

اقامت سے متعلق چند سوالات:

سوال: امام راتب نے اذان دی اور انہوں نے کسی کو تکبیر کے لئے مقرر نہ کیا تو اگر مقتدیوں میں سے کسی نے تکبیر کہہ دی تو ایسی صورت میں کوئی قباحت ہے یا نہیں؟

(۲) کیا تکبیر کہنے والا شخص بالکل امام کے پیچھے کھڑا ہوگا، یا دائیں و بائیں جانب یا کہیں سے بھی تکبیر کہہ سکتا ہے اور نہیں تو کیا قباحت ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً ومسلماً

بول سکتا ہے۔

وفي الفتاویٰ الظهيرية: والأفضل أن يكون المقيم هو المؤذن ولو أقام غيره جاز. (البحر الرائق: ۱/۲۷۰، ردالمحتار، باب الأذان: ۲/٦٤، زكريا) فقط والله تعالىٰ أعلم (محمود الفتاویٰ: ۴/۲۲۹)

(۱) سفر یا حضر میں کسی جگہ بھی صحیح اور صریح روایت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اذان دینا ثابت نہیں ہے، البتہ ترمذی کی ایک روایت سے ایک سفر میں اذان دینے کا کچھ ثبوت بھی ملتا ہے، تو اولاً اس روایت پر کلام ہے، ثانیاً اس میں اختصار ہے۔ دوسرے طرق سے اس کا مفہوم بھی یہی متعین ہوتا ہے کہ حضرت بلالؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اذان واقامت کہی اور یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن خاص حضرت بلالؓ سفر وحضر ہر جگہ ساتھ رہا کرتے تھے اور وہی اذان واقامت کہتے تھے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے! فتاویٰ علماء ہند، اذان کے مسائل: ۴/۲۸۷-۲۸۸، انیس)

(۲) الدر المختار متن رد المحتار، آخر باب الأذان: ۲/۷۱۔

(۳) امام راتب کی اجازت کے بغیر کسی ایسے شخص کونماز پڑھانے کا حق حاصل ہے جوعلم وقراءت کے اعتبار سے امام سے بہتر ہو؟

(۴) اگر مؤذن کی اجازت کے بغیر کسی نے تکبیر کہہ دی تو کیسا ہے؟

(۵) ایسا مقتدی جوامام کی عدم موجودگی میں امام کی غیبت کرے تو اس شخص کی نماز اس امام کی اقتدا میں درست ہے یا کوئی حرج ہے؟

هـــو المـصـــوب

(۱) دریافت کردہ مسئلہ میں کوئی قباحت نہیں ہے۔(۱)

(۲) اولیٰ یہ ہے کہ اقامت کہنے والا شخص امام کے پیچھے کھڑا ہو، بہرصورت کسی بھی جگہ سے اقامت کہہ دینے سے اقامت درست ہوجاتی ہے۔

(۳) امام راتب کی اجازت کے بغیر دوسرے کونماز پڑھانے کا حق نہیں ہے۔(۲)

(۴) اگر مؤذن کو ناگوار ہوتو مکروہ ہے۔(۳)

(۵) نماز درست ہوجائے گی لیکن اس عمل سے باز آنا چاہئے، کیوں کہ یہ گناہ کبیرہ ہے۔غیبت کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔(۴)

تحریر: محمد طارق ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۹۹/۱-۴۰۰)

اقامت کہنے میں مؤذن وغیرہ امام کے تابع ہیں:

سوال: ابھی امام فجر کی سنت پڑھ رہے تھے کہ مؤذن نے اقامت شروع کردی تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مؤذن اقامت کہنے کے لئے امام کے حکم یا اشارہ کا تابع ہے، لہٰذا امام حاضر ہوتو جب تک وہ خود آگے نہ بڑھے یا اقامت کہنے کا حکم یا اشارہ یا مستعدی نہ بتلائے اقامت کہنے میں جلدی نہ کرنی چاہئے۔

(۱) وفی الفتاویٰ الظهيرية: والأفضل أن يكون المقيم هو المؤذن ولو أقام غيره جاز. (البحر الرائق: ۴۴۷/۱)

(۲) واعلم أن صاحب البيت ومثله إمام المسجد الراتب أولٰى بالإمامة من غيره مطلقاً. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۲۹۷/۲، باب الإمامة، قبل مطلب البدعة خمسة أقسام)

(۳) (أقام غير من أذن بغيبته) أى المؤذن (لا يكره مطلقاً) وإن بحضوره كره إن لحقه وحشة. (الدر المختار متن ردالمحتار: ۶۴/۲، باب الأذان، قبيل مطلب فى كراهة تكرار الجماعة)

(۴) ﴿أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ﴾. (سورة الحجرات: ۱۲)

مقتدیوں کا بھی امام کے آگے بڑھنے سے پہلے کھڑا ہو جانا مکروہ ہے۔

وإن لم يكن حاضرًا يقوم كل صف ينتهي إليه الإمام في الأظهر. (مراقی الفلاح)

وإذا أخذ المؤذن في الإقامة ودخل رجل المسجد فإنه يقعد ولاينتظر قائمًا فإنه مكروه. (الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح: ١٦١)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ مؤذن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھتا تو اس وقت اقامت شروع کرتا۔ (مستدرک حاکم: ۲۱۳/۱)(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۳۳۸/۴)

اہل حدیث کا اقامت کہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسلک اہل حدیث کا ایک آدمی حنفی مسلک کے امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، اور احناف کی طرح کلمات اقامت کہتا ہے، باقی افعال صلاۃ بمطابق مسلک اہل حدیث ادا کرتا ہے، کیا یہ شخص اقامت کہہ سکتا ہے یا نہیں، اگر اقامت کہہ دے، تو اس کی اقامت سے فریضۂ اقامت ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ اور نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حنفیوں کی نماز میں اس سے کچھ فرق نہیں آتا اور اقامت کا اعادہ کرنا درست نہیں، (۲) بہتر یہ ہے کہ جس شخص نے اذان کہی، وہی تکبیر کہے، (۳) یا دوسرے کو اجازت دے دے۔ (۴) (کذا فی فتاویٰ دار العلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ مفتی محمود: ۸۲۱/۱)

---

(١) عن جابر بن سمرة قال: كان مؤذن النبي صلى الله عليه وسلم يؤذن ثم يمهل فإذا رأى النبي صلى الله عليه وسلم قد أقبل أخذ في الإقامة. (المستدرك للحاكم، ومن كتاب الإمامة وصلاة الجماعة (ح: ٧٧٣) وقال: هذا حديث صحيح على شرط مسلم/ وكذا في مسند البزار، مسند جابر بن سمرة رضي الله عنه (ح: ٤٢٧١)/ الصحيح لابن خزيمة، باب انتظار المؤذن الإمام بالإقامة (ح: ١٥٢٥) انيس)

(٢) كذا في الهندية: ويكره أذان الفاسق ولايعاد هكذا في الذخيرة. (الباب الثاني في الأذان وفيه فصلان، الفصل الأول في صفته و أحوال المؤذن: ٥٤/١، طبع رشيدية، كوئٹہ)

(٣) مشكوة المصابيح عن زياد بن الحارث ... ومن أذن فهو يقيم. (رواه الترمذي، كتاب الصلاة، باب الأذان: ٦٤/١، طبع قديمی کتب خانة، کراچی)

وهكذا في الدر المختار: (أقام غير من أذن بغيبته) أي المؤذن (لايكره) مطلقاً. (باب الأذان: ٣٩٥/١، ط: سعيد)

(٤) هكذا في البحر الرائق: والأفضل أن يكون المقيم هو المؤذن ولو أقام غيره جاز. (باب الأذان: ٤٤٧/١)

وهكذا في المبسوط قال: لا بأس بأن يؤذن واحد ويقيم آخر؛ لماروى أن عبد الله بن زيد رضى الله تعالىٰ عنه سأل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن يكون له في الأذان نصيب فأمر بأن يؤذن بلال و يقيم هو، الخ. (باب الأذان: ٢٧٤/١، طبع، غفارية، كوئٹہ)

کھڑے کھڑے اقامت کا انتظار کرنا:

سوال: مصلی حضرات مسجد میں آکر بیٹھ نہیں جاتے کھڑے کھڑے اقامت کا انتظار کرتے ہیں اور باتوں میں لگ جاتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مسجد دربار الٰہی ہے دنیوی بادشاہوں کے دربار دربار الٰہی کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے، خدا کے مقرب بندے مسجد میں قدم رکھنے سے گھبراتے اور کانپتے تھے، لیکن اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ مسجد کو بازار کی طرح سمجھتے ہیں، کھڑے کھڑے اقامت کا انتظار کرتے ہیں باتوں میں مشغول رہتے ہیں، ثواب اور ملائکہ کی دعاؤں کے بجائے گناہ اور بددعا لے کر جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ فرشتے لوگوں کو مسجد میں باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر کہتے ہیں:

"أُسْكُتْ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ". (اے خدا کے ولی! خاموش رہ)

اگر سلسلۂ کلام جاری رہتا ہے۔۔۔تو کہتے ہیں: "أُسْكُتْ يَا بَغِيْضَ اللّٰهِ". (اے خدا کے دشمن! خاموش ہوجا)

اس کے بعد بھی سلسلۂ کلام بند نہ ہو؛ تو کہتے ہیں:

"أُسْكُتْ عَلَيْكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ". (تجھ پر خدا کی لعنت، خاموش ہوجا) (کتاب المدخل: ۵۵/۲)(۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **"إذا دخل الرجل عند الإقامة يكره له الانتظار قائمًا ولكن يقعد ثم يقوم إذا بلغ المؤذن قوله: "حي على الفلاح".** (۲)

یعنی اقامت کے وقت کوئی شخص مسجد میں آئے تو کھڑے کھڑے اقامت یا امام کا انتظار کرنا مکروہ ہے، اگر امام محراب کے پاس ہو تو "**حي على الفلاح**" کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے اور اگر امام محراب سے دور ہو اور صفوں کے پیچھے سے مصلی پر جاتا ہو؛ تو جس صف کے قریب امام پہونچے وہ صف کھڑی ہوجائے، اگر امام آگے کی جانب سے داخل ہو تو اسے دیکھ کر کھڑے ہوجائیں۔ (شامی: ۴۴۷/۱)(۳)

خلاصہ یہ کہ جب مسجد میں آوے تو اگر مکروہ وقت نہ ہو تو تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضو، پڑھے سنتوں کا وقت ہو تو سنتیں پڑھ کر جماعت کے انتظار میں بیٹھا رہے اور ذکر اللہ میں مشغول رہے، جس سے نماز میں خشوع وخضوع بھی نصیب ہوگا، ورنہ دنیوی خیالات میں بھٹکتا رہے گا۔ جیسے ایک شاعر نے کہا ہے:

ہاتھ باندھے کھڑے ہیں صف پر — سب اپنے اپنے خیال میں ہیں
امام مسجد سے کوئی پوچھے — نماز کس کو پڑھا رہا ہے

فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۸۷/۴-۲۸۸)

(۱) المدخل لابن الحاج، فصل رفع الصوت في المسجد: ۲۲۷/۲، انیس

==

بوقت اقامت ہاتھ باندھنا خلاف سنت ہے:

سوال: جب مؤذن اقامت کہتا ہے، اس وقت عام طور پر مقتدی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں، مگر اس کو سنت نہیں سمجھتے، پھر تکبیر تحریمہ کے بعد سنت کے مطابق ہاتھ باندھتے ہیں، معلوم ہوا کہ آپ اس سے منع فرماتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

تکبیر تحریمہ سے قبل ہاتھ باندھنا کہیں ثابت نہیں، (۱) اس کو سنت نہ بھی سمجھا جائے، تو بھی چونکہ یہ حدود شریعت پر زیادتی ہے، اس لئے مکروہ ہے۔ علاوہ ازیں لٹکے ہوئے ہاتھوں کو تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک لے جانے میں جس قدر احکم الحاکمین کی عظمت شان کا اظہار ہے، بندھے ہوئے ہاتھوں کو اٹھانے میں اتنا نہیں۔ لہذا اس رسم کا ترک اور دوسروں کو اس سے احتراز کی تبلیغ لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۵/ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/۲۹۷)

==(۲) الفتاویٰ الهندية، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة: ۵۷/۱. انيس

(۳) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل الفصل. انيس

حاشيه صفحه هذا:

(۱) عن وائل بن حجر قال، قلت: لأنظرن إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف يصلي؟ قال: فنظرت إليه، قام فكبر، ورفع يديه حتى حاذتا أذنيه ثم وضع يده اليمنىٰ على ظهر كفه اليسرىٰ والرسغ والساعد، ثم قال: لما أراد أن يركع، رفع يديه مثلها ووضع يديه على ركبتيه، ثم رفع رأسه، فرفع يديه مثلها ثم سجد، فجعل كفيه حذاء أذنيه، ثم قعد فافترش رجله اليسرىٰ ووضع كفه اليسرىٰ على فخذه وركبته اليسرىٰ وجعل حد مرفقه الأيمن على فخذه اليمنىٰ ثم قبض بين أصابعه فحلق حلقة ثم رفع إصبعه فرأيته يحركها يدعو بها، ثم جئت بعد ذلك في زمان فيه برد فرأيت الناس عليهم الثياب تحرك أيديهم من تحت الثياب من البرد. (مسند الإمام أحمد، حديث وائل بن حجر (ح: ۱۸۸۷۰)/ سنن الدارمي، باب صفة صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم (ح: ۱۳۹۷)/ الصحيح لابن خزيمة، باب وضع بطن كف اليمنىٰ على كف اليسرىٰ (ح: ۴۸۰)/ الصحيح لابن حبان، ذكر ما يستحب للمصلي رفع اليدين عند إرادته (ح: ۱۸۶۰)/ المعجم الكبير للطبراني، عن وائل بن حجر (ح: ۸۲)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ تکبیر کہنے کے بعد ہاتھ اٹھایا جائے گا۔ انیس

☆ اقامت کے وقت ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا ثابت نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب مؤذن تکبیر کہتا ہے تو بعض نمازی ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے ہیں اور اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور اسی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے ہاتھ باندھتے ہیں، تو اس طرح جماعت کی صف میں کھڑا رہنا سنت ہے یا مستحب، اگر یہ سنت یا مستحب نہ ہو، تو اس پر عمل نہ کرنے والے کو بے وقوف، جاہل وغیرہ کہنا کیسا ہے؟ ==

اقامت کے وقت مقتدی کھڑے رہیں یا بیٹھے:

سوال: تکبیر مقتدی کھڑے ہوکر سنیں یا بیٹھ کر؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے، جیسا کہ عالمگیری (۱/۵۷) اور بدائع الصنائع (۱/۲۰۰) پر مذکور ہے کہ!

امام اگر جانب غرب سے مسجد میں داخل ہو؛ مثلاً جدار قبلہ میں یا اس کے آس پاس حجرہ ہو یا دروازہ ہو تو جوں ہی امام نظر پڑے، سب کھڑے ہو جائیں اور اگر امام مقتدی کی پشت کی طرف سے آئے، مثلاً حوض یا وضوخانہ سے تو امام جس صف پر پہنچتا جائے؛ صف کھڑی ہوتی جائے۔ یہاں تک کہ جب امام مصلے پر پہنچے تو سارے مقتدی کھڑے ہو چکے ہوں، ان دونوں صورتوں میں تکبیر کھڑے ہوکر سنے، تیسری صورت یہ ہے کہ امام محراب کے قریب ہو، مثلاً: عصر کی نماز پڑھا کر کتاب سنانا شروع کردے یا وعظ شروع کردے اور سارے مقتدی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں، حتی کہ مغرب کا وقت آجائے، اذان ہو، اس کے بعد تکبیر ہو تو جب مکبر **"حی علی الصلاۃ"** یا **"حی علی الفلاح"** پر پہنچے؛ تب سارے لوگ کھڑے ہوں، صرف اس صورت میں تکبیر کا کچھ حصہ بیٹھ کر اور کچھ کھڑے ہوکر سننا ہے۔

نیز کتب فقہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ **"حی علی الصلاۃ"** پر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھا رہے، لہٰذا اگر شروع اقامت ہی سے کوئی کھڑا ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ یہ سب مسائل درمختار اور اس کی شرح طحطاوی میں (ج:۱/ص:۲۱۵، پر) مذکور ہیں۔

نیز امام محمد نے کتاب الصلاۃ میں اس کی تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص شروع اقامت سے کھڑا ہو جاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: " **لا حرج**" کوئی حرج نہیں۔(۱)

== اور مستحب و مستحسن طریقہ کیا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

نماز شروع ہونے سے قبل قیام کی حالت میں جب صف لگائی جارہی ہو؛ اور قدم درست اور برابر کئے جارہے ہوں اس وقت ہاتھ باندھنا نہ مسنون ہے نہ مستحب۔ لہٰذا اس وقت ہاتھ باندھنے کو مسنون سمجھنا اور نہ باندھنے والے کو بے وقوف جاہل کہنا غلط ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۴/۳)

(۱) **قلت: متی یجب علی القوم أن یقوموا فی الصف؟ قال: إذا کان الإمام معهم فی المسجد فإنی أحب لهم أن یقوموا فی الصف إذا قال المؤذن: "حی علی الصلاۃ"، وإذا قال: "قدقامت الصلاۃ" کبر الإمام وکبر القوم معه وأما إذا لم یکن الإمام معهم فإننی أکره، لهم أن یقوموا فی الصف والإمام غائب عنه وهذا قول أبی حنیفة ومحمد وأما فی قول أبی یوسف فإنه لایکبر حتی یفرغ المؤذن من الإقامة، قلت: أرأیت إن أخر الإمام ذلک حتی یفرغ المؤذن من الإقامة ثم کبر ودخل فی الصلاۃ ؟ قال: لابأس بذلک. (الأصل المعروف بالمبسوط للشیبانی، باب افتتاح الصلاۃ ومایصنع الإمام: ۱/۱۸-۱۹. انیس)**

نیز حضرات فقہا نے اس کو نہ واجبات میں شمار کیا ہے، نہ سنن مؤکدہ میں بلکہ ہلکا سا مستحب ہے۔

حضرت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور مبارک میں صحابہ کرام پہلے سے صف بستہ کھڑے ہو جاتے تھے حالانکہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرۂ مبارکہ میں تشریف فرما ہوتے اس پر آپ نے فرمایا کہ جب تک میں حجرہ سے باہر نہ آجاؤں تم لوگ کھڑے نہ ہوا کرو پھر یہ معمول ہو گیا تھا کہ صحابہ کرام صف بنا کر بیٹھ جاتے اور مؤذن کی نگاہ حجرۂ شریفہ پر رہتی جونہی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف آوری کے لئے پردہ ہٹاتے مؤذن کھڑا ہو کر تکبیر شروع کر دیتا اور تمام صحابہ کھڑے ہو جاتے جب سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصلی پر پہونچتے تو سارے صحابہ کو صف بستہ کھڑا ہوا پاتے،(۱) یہ صورت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو مصلی پر تشریف فرما ہوں اور سارے صحابہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں اور مکبر تنہا کھڑا ہو کر تکبیر کہے اور جب وہ ''**حی علی الصلاۃ**'' پر پہنچے تب سارے صحابہ کھڑے ہوتے ہوں۔(**بذل المجهود: ۳۰۷/۱**)**فقط واللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب**

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔(حبیب الفتاویٰ:۶۵/۲-۶۶)☆

(۱) **عن أبی قتادۃ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "إذا أقیمت الصلاۃ فلاتقوموا حتی ترونی وعلیکم السکینۃ". (الصحیح للبخاری، لایسعٰی إلی الصلاۃ مستعجلاً(ح: ٦٣٨)/الصحیح لمسلم، باب متی یقوم الناس للصلاۃ (ح: ٦٠٤)انیس)**

☆ **بیٹھ کر اقامت سننا:**

سوال: اقامت بیٹھ کر سننا جائز ہے یا ناجائز؟

ھو المصوب

اقامت بیٹھ کر سننا جائز ہے،(**قولہ قعد)ویکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم إذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح، انتهٰی، هندیة عن المضمرات.(رد المحتار، آخر باب الأذان، قبیل باب شروط الصلاۃ: ۷۱/۲)**

إذا دخل الرجل عند الإقامة یکرہ لہ الانتظار قائماً ولکن یقعد ثم یقوم إذا بلغ المؤذن قولہ: حی علی الفلاح، کذا فی المضمرات.(الفتاویٰ الهندیة، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة: ۵۷/۱ .انیس)

البتہ بہتر وافضل یہ ہے کہ اقامت کے شروع میں کھڑے ہو جائیں؛ تاکہ صفوں کی درستگی میں خلل اور تاخیر واقع نہ ہو، کیوں کہ اقامت صف کی بہت تاکید آئی ہے۔ حدیث میں ہے:

لتسون صفوفکم أو لیخالفن اللّٰہ بین وجوهکم. (الصحیح لمسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویة الصفوف، رقم الحدیث: ٤٣٦-عن النعمان بن بشیر/الصحیح للبخاری، باب تسویة الصفوف عندالإقامة وبعدها ح: ٧١٧)/سنن أبی داؤد، باب تسویة الصفوف (ح: ٦٦٣)/سنن الترمذی، باب ماجاء فی إقامة الصفوف (ح: ٢٢٧)/وفی المعجم الکبیر للطبرانی، سالم بن أبی الجعد عن النعمان (ح: ١١١) بلفظ: لتسون صفوفکم فی صلاتکم أو لیخالفن بین قلوبکم. انیس)

تحریر: مسعود حسن حسنی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۴۱۱/۱)

ضعف کی وجہ سے اقامت کے وقت بیٹھنا:

سوال: کیا ابن ماجہ شریف میں یہ حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسبب ضعف وکمزوری اقامت کے وقت بیٹھتے تھے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

مجھے یہ محفوظ نہیں کہ ضعف کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اقامت کے وقت بیٹھتے تھے۔(١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ ١٣٩٢/١١/٧ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ٤٦٨/٥)

عندالاقامت امام کو آگاہ کرنے کیلئے مؤذن کھنکھارے تو کیسا ہے:

سوال: امام صاحب صف اول میں بیٹھے ہیں، جماعت کھڑی ہونے کے وقت مؤذن صاحب کھنکھارتے ہیں، اس وقت امام صاحب مصلی پر جاتے ہیں، اس کے بعد مؤذن اقامت کہتے ہیں، تو یہ طریقہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

جب امام صاحب صف اول میں بیٹھے ہوں، تو کھنکھارنا فضول اور لغو ہے، ہاں حجرہ میں ہوں؛ تو جماعت کا وقت ہونے کی اطلاع دہی کے لئے کھنکھارے تو کوئی حرج نہیں۔(٢) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ٢٩٢/٤)

(١) ابن ماجہ میں یہ روایت نہیں ملی۔ البتہ یہ ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں اقامت کے وقت بیٹھے ہوئے تھے اور نماز بھی بیٹھ کر پڑھائی تھی، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مجبوری کے وقت بیٹھ کر اقامت سننا جائز ہے۔ بخاری میں ہے:

عن أنس بن مالک أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رکب فرساً فصرع عنه فجحش شقه الأیمن، فصلی صلاة من الصلوات وهو قاعد فصلینا وراءه قعوداً، فلما انصرف قال: إنماجعل الإمام لیؤتم به فإذا صلی قائماً فصلوا قیاماً، فإذا رکع فارکعوا وإذا رفع فارفعوا وإذا قال سمع اللّٰہ لمن حمده، فقولوا: ربنالک الحمد، وإذا صلی قائماً فصلوا قیاماً وإذا صلی جالساً فصلوا جلوساً أجمعین.

قال أبوعبداللّٰه: قال الحمیدی: قوله "إذا صلی جالساً فصلوا جلوساً" هو فی مرضه القدیم، ثم صلی بعدذلک النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم جالساً، والناس خلفه قیاماً لم یأمرهم بالقعود وإنما یؤخذ بالآخر فالآخر من فعل النبی صلی الله علیه وسلم. (الصحیح للبخاری، باب إنماجعل الإمام لیؤتم به (ح: ٦٨٩)

وقال أبوحنیفة والشافعی وجمهور السلف رحمهم اللّٰہ تعالیٰ: لایجوز للقادر علی القیام أن یصلی خلف القاعد إلا قائماً واحتجوا بأن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی مرض وفاته بعدهذا قاعداً وأبوبکر والناس خلفه قیاماً. (شرح النووی لمسلم، کتاب الصلاة، باب ائتمام المأموم بالإمام: ١٣٣/٤. انیس)

(٢) ثم التثویب فی کل بلدة علی مایتعارفونه إما بالتنحنح أو بقوله: "الصلاة الصلاة" أو " قامت قامت"، أو "نماز بایک نماز بایک"، کما یفعل أهل بخاریٰ، لأنه الإعلام والإعلام إنمایحصل بما یتعارفونه. (بدائع الصنائع، فصل فی بیان سنن الأذان: ١٤٩/١. انیس)

غیر مقلد کی تکبیر سے نماز میں نقص نہیں ہوتا:

سوال: ایک غیر مقلد نے بلا اجازت مؤذن کے تکبیر جمعہ اس طرح کہی کہ بجائے دو کلموں کے ایک کلمہ اور بجائے چار کے دو کلمے کہے پھر مؤذن نے دوبارہ تکبیر صحیح طور پر پڑھی، اس پر غیر مقلد نے تیسری بار پھر تکبیر پڑھی، اس سے حنفیوں کی نماز میں تو کچھ نقصان نہیں ہوا؟

الجواب

حنفیوں کی نماز میں اس سے کچھ فرق نہیں آیا؛ باقی غیر مقلد نے جو ضدًا تیسری بار تکبیر کہی؛ یہ برا کیا، اس میں وہ گنہ گار ہوا کہ دین کے کاموں میں ضد اور نفسانیت سے کام لیتا ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/ ۱۲۱-۱۲۲)

اگر امام بغیر تکبیر، بوجہ ضعف سماع، جماعت شروع کر دے تو کیا حکم ہے:

سوال: امام مسجد نے مصلی پر کھڑے ہو کر مقتدیوں کو تکبیر کے لئے اذن دیا تکبیر میں کسی وجہ سے تاخیر ہو گئی امام نے بقدر تکبیر تاخیر کر کے بوجہ اپنے ضعف سماع کے نہ سنا اور نیت باندھ لی تو نماز یا ثواب جماعت میں کچھ حرج واقع ہوگا یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نماز ہو گئی اور ثواب جماعت بھی مل گیا اور اقامت جو کہ سنت ہے متروک ہو گئی۔(۲) لیکن چونکہ بوجہ عدم سماع امام کے ایسا ہوا اس لئے کچھ گناہ نہیں ہوا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/ ۹۲)

اقامت کتنی بلند آواز سے ہونی چاہیے:

سوال: کسی شخص کا امام کے پیچھے کھڑے ہو کر اس قدر دھیمی آواز سے اقامت کی تکبیر کہنا کہ خود اس کے ساتھ فقط امام اور دائیں بائیں کے دو ہی آدمیوں کو سنائی دے، دوسروں تک آواز نہ پہنچے، کیسا ہے؟ اقامت کی تکبیر کا مقصد کیا سب مقتدیوں اور مسجد میں موجود دوسرے لوگوں تک آواز پہنچانا نہیں؟

---

(۱) (ولا يترك رفع اليدين) عند التكبير لأنه سنة مؤكدة (ولو اعتاد) تركه (يأثم) لا لنفس الترك بل لأنه استخفاف وعدم مبالاة بسنة واظب عليها النبى صلى الله عليه وسلم مدة عمره أما لو تركه بعض الأحيان من غير اعتياد فلا يأثم وهذا مطرد فى جميع السنن المؤكدة. (الكبيرى شرح منية المصلى، فصل فى صفة الصلاة: ۳۰۰. انيس)

(۲) ويكره أداء المكتوبة بالجماعة فى المسجد بغير أذان وإقامة، كذا فى فتاوىٰ قاضى خان. (الفتاوىٰ الهندية، ط: مصر، الباب الثانى فى الأذان: ۱/ ۵۰) (فتاوىٰ قاضى خان، مسائل الأذان: ۱/ ۹۷، ط: اشپاٹک ليتهو گرافس كلكته. انيس) ==

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ

اقامت اتنی بلند آواز سے ہونی چاہیے کہ نمازیوں کو سنائی دے، اگر برابر والا ایک ایک آدمی سنے، تو یہ اقامت صحیح نہیں۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳۱۳/۳)

اقامت میں عجلت:

سوال: اقامت جلدی جلدی کہنا چاہئے یا ٹھہر ٹھہر کر، یا ان دونوں کے درمیان؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

"ويترسل فيه، ويحدر فيها". (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ اذان سے اقامت جلدی جلدی کہی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۶۲/۵)

اقامت (تکبیر) شروع کرنے کیلئے امام کا مصلیٰ پر ہونا ضروری نہیں:

سوال: جب جماعت کا وقت ہو جاوے، تو تکبیر کب شروع ہونی چاہیے، یعنی امام صاحب کے مصلیٰ پر آنے سے قبل شروع کرنا یا امام صاحب کا مصلیٰ پر ہونا ضروری ہے یا سب کو "قد قامت الصلوٰة" پر کھڑا ہونا چاہیے؟

== "(والإقامة كالأذان) فيما مر. (الدر المختار)... وأراد بما مر أحكام الأذان العشرة المذكورة في المتن وهي أنه سنة للفرائض إلخ. (رد المحتار، باب الأذان، مطلب في أول من بنى المنائر للأذان: ١/ ٣٦٠، ظفير)

(۱) ومن السنّة أن يأتي بالأذان والإقامة جهرًا رافعاً بهما صوته إلّا أن الإقامة أخفض منه. (الفتاویٰ الهندية: ١/ ٥٥)

(۲) عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لبلال رضي الله تعالىٰ عنه: "يا بلال! إذا أذنت فترسل في أذانك، وإذا أقمت فاحدر، واجعل بين أذانك وإقامتك قدر ما يفرغ الآكل من أكله، والشارب من شربه، والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته، ولا تقوموا حتىٰ تروني". (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء في الترسل في الأذان: ١/ ٤٨، سعيد)

"ومنها: أن يترسل في الأذان، ويحدر في الإقامة؛ لقول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لبلال رضي الله تعالىٰ عنه: "إذا أذنت فترسل، وإذا أقمت فاحدر". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان سنن الأذان: ١/ ٤٤٢، دار الكتب العلمية، بيروت)

"(قوله: ويترسل فيه ويحدر فيها): أي يتمهل في الأذان، ويسرع في الإقامة". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ١/ ٤٤٧، رشيدية)

"ويحدر بضم الدال: أي يسرع فيها، فلو ترسل لم يعدها في الأصح". (الدر المختار على صدر رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ١/ ٣٨٩، سعيد)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے بھی تکبیر پڑھ دیا کرتے تھے،(۱) اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب نماز کی تکبیر کہی جاوے، تو اس وقت کھڑے نہ ہو، جب تک مجھے نہ دیکھ لو۔(۲) تیسری حدیث میں (ہے کہ) ایک مرتبہ نماز کی تکبیر کہی گئی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرش مسجد کے ایک طرف ایک شخص سے باتیں کر رہے تھے، آپ نماز کو نہ کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ لوگ سو گئے۔(۳) یہ تینوں حدیث کونسی کتاب سے منسوخ ہیں۔حوالہ دیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللہ التوفیق

جب جماعت کا وقت ہو جاوے اور امام موجود ہو، خواہ مصلیٰ پر ہو یا مصلیٰ سے الگ کسی اور جگہ پر ہو، حتی کہ مسجد سے متصل اپنی کوٹھری میں اور نماز کے لیے تیار ہو، تو تکبیر شروع کر دینا جائز ہے۔ تکبیر شروع کرنے کے لیے امام کا مصلیٰ پر ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس کو ضروری سمجھنا بدعت ہے۔اسی طرح مقتدیوں کو" **قد قامت الصلاة**" ہی پر کھڑا ہونا ضروری نہیں ہے کہ اس کے پہلے کھڑا ہونا جائز ہی نہ ہو، یہ بھی صحیح نہیں ہے اور ایسا سمجھنا ناجائز اور بدعت ہے۔(۴)

حاصل یہ ہے کہ امام جب موجود ہو اور مکبر تکبیر شروع کر دے، تو لوگ صفیں درست کرنا شروع کر دیں، یہاں تک کہ "**قد قامت الصلاة**" تک سب کھڑے ہی ہو چکے ہوں اور صفیں سیدھی کرنے میں سہولت ہو۔(۵)

---

(۱) عن أبي هريرة أن الصلاة كانت تقام لرسول الله صلى الله عليه وسلم فيأخذ الناس مصافهم قبل أن يقوم النبي صلى الله عليه وسلم مقامه.(الصحيح لمسلم،باب متى يقوم الناس للصلاة (ح:٦٠٥)/مستخرج أبي عوانة، بيان النهي عن القيام إذا أقيمت الصلاة (ح:١٣٤٥)انيس)

(۲) عن أبي قتادة قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:إذا أقيمت الصلاة فلاتقوموا حتى تروني وعليكم السكينة.(الصحيح للبخاري،باب لايسعى إلى الصلاة مستعجلاً (ح:٦٣٨)انيس)

(۳) عن أنس رضي الله عنه قال:أقيمت الصلاة ورجل يناجي رسول الله صلى الله عليه وسلم فمازال يناجيه حتى نام أصحابه ثم قام فصلى.(الصحيح للبخاري،باب طول النجوىٰ (ح:٦٢٩٢)/الصحيح لمسلم،باب الدليل على أن نوم الجالس لاينقض (ح:٣٧٦)انيس)

(۴) والجملة فيه أن المؤذن إذا قال:حي على الفلاح،فإن كان الإمام معهم في المسجد يستحب للقوم أن يقوموا في الصف وعندزفروالحسن بن زياديقومون عندقوله:قدقامت الصلاة.(بدائع الصنائع،فصل في سنن حكم التكبير أيام التشريق:١/٢٠٠)

من أصر على أمر مندوب وجعله عزماًولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف بمن أصرعلى بدعة أو منكر.(شرح المشكوٰة للطيبي الكاشف عن حقائق السنن،باب الدعاء في التشهد:١٠٥١/٣.انيس)

(۵) قوله(والقيام حين قيل حي على الفلاح)لأنه أمر به فيستحب المسارعة إليه،أطلقه فشمل الإمام والمأموم إن كان الإمام بقرب المحراب وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام وهو الأظهر، ==

اس تقریر پران مذکورہ روایات پر کوئی تعارض نہیں رہتا ہے اور نہ کسی کو ناسخ اور کسی کو منسوخ ماننے کی ضرورت ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند۔ ۱۳۸۶/۱/۲۶ھ۔ الجواب صحیح: محمود عفی عنہ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید۔ الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ۔ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ۱۰۶-۱۰۷)

کیا مؤذّن اپنے لیے جگہ مخصوص کرسکتا ہے:

سوال: امام صاحب کے لیے تو جانماز مسجد کے محراب میں بچھانا ضروری ہے، آیا اقامت پڑھنے والے کے لیے جانماز بچھانا ضروری ہے یا نہیں؟ یہ صحابۂ کرامؓ، تابعینؒ یا تبع تابعینؒ سے ثابت ہے؟

الجواب

جانماز بچھانا ضروری نہیں، بلکہ مسئلے کی رو سے اقامت پڑھنے والے کی جانماز پر کوئی بیٹھ جائے، تو اس کو اٹھانے اور وہاں سے ہٹانے کا کوئی حق نہیں۔ (۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/۳۱۲-۳۱۳)

☆☆☆

== وإن دخل من قدام وقفوا حين يقع بصرهم عليه،وهذا كله إذا كان المؤذن غير الإمام فإن كان واحدًا أو أقام في المسجد فالقوم لايقومون حتى يفرغ من إقامته،كذا في الظهيرية.(البحرالرائق،سنن الصلاة: ۳۲۱/۱.انيس)

(۱) يكره للإنسان أن يخص لنفسه مكاناً في المسجد يصلي فيه.(الفتاوىٰ الهندية: ۱۰۸/۱،كتاب الصلاة)

اقامت کس وقت شروع کی جائے!

تکبیر کب شروع کی جائے:

سوال: بروقت جماعت قبل کھڑے ہونے امام کے مصلے پر تکبیر شروع کی جاوے یا بوقت عدم موجودگی پر؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں سے تکبیر سن کر تشریف لاتے تھے اور یہی معمول تھا یا کبھی کبھی ایسا ہوا ہے؟

الجواب

یہ ضروری نہیں ہے کہ جب امام مصلے پر کھڑا ہو تب تکبیر شروع کی جائے بلکہ امام جبکہ مسجد میں موجود ہے تکبیر کہنا درست ہے امام تکبیر سن کر خود مصلے پر آجائے گا، جیسا کہ درمختار کی اس عبارت سے ظاہر ہے:

"(والقيام)لإمام ومؤتم (حين قيل "حى على الفلاح")... إن كان الإمام بقرب المحراب وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۲/۲) ☆

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة: ٤٤٧/١، ظفير

(والقيام)أى قيام المصلى لو أماماً (حين قيل: حى على الفلاح)مسارعة لامتثال الأمر هذا إذا كان بقرب المحراب فإن لم يكن وقف كل صف انتهىٰ إليه الإمام على الأصح كذا فى الخلاصة. وفى الشرح هو الأظهر ولو دخل إمامهم قاموا حين يقع بصرهم عليه، هذا إذا كان الإمام غير المؤذن فإن اتحد وأقام فى المسجد أجمعوا على أن القوم لا يقومون مالم يفرغ من الإقامة وإن خارجه قام كل صف ينتهى إليه. (النهر الفائق. باب صفة الصلاة: ٢٠٣/١. انيس)

☆ **اقامت کب کہنا چاہئے:**

سوال: امام کے مصلی پر پہنچنے کے بعد اقامت کہنا چاہئے یا امامت کیلئے چلنے پر ہی اقامت کہنا کیسا ہے؟

هو المصوب

دونوں صورتیں جائز ہیں، یعنی امام جب مصلی پر آجائے، اس وقت بھی اقامت کہنا درست ہے اور امام جب مصلی کی طرف آرہا ہو اس وقت بھی اقامت کہنا درست ہے۔ (كان مؤذن رسول اللّه صلى الله عليه وسلم يمهل فلا يقيم حتى إذا رأى رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم قد خرج أقام الصلاة حين رآه. (سنن الترمذى، أبواب الصلاة، باب أن الإمام أحق بالإقامة، رقم الحديث: ٢٠٢))

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۹۷/۱)

مقتدی وامام کب کھڑے ہوں:

سوال: تکبیر کے وقت مقتدیوں کواورامام کوکس وقت کھڑا ہونا چاہئے۔ایک مولوی صاحب نے ''حی علی الفلاح'' کے وقت مقتدیوں کے کھڑے ہونے کومستحب فرمایا ہے۔

الجواب

نماز کے آداب میں سے فقہانے یہ لکھا ہے کہ ''حی علی الفلاح'' کے وقت سب کھڑے ہوجاویں؛ لیکن ظاہر ہے کہ اگر پہلے سے مقتدی کھڑے ہوجاویں تو کچھ محل اعتراض نہیں ہے؛ کیونکہ ترک استحباب اورترک ادب پر کچھ طعن نہیں ہوسکتا، البتہ بہتر یہی ہے جیسا کہ فقہانے لکھا ہے اور درمختار میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر امام آگے کی طرف سے یعنی سامنے سے آوے تو جس وقت امام پر نظر پڑے مقتدی کھڑے ہوجاویں۔ بہرحال اس میں ہرطرح وسعت ہے، مگر اتباع تصریحات فقہا کا اولیٰ وافضل ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۱۲/۲-۱۱۳)

امام ومقتدی نماز کے لئے کس وقت کھڑے ہوں:

سوال: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ''جب اقامت شروع ہوتی تھی تو ہم لوگ کھڑے ہوجاتے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرے سے نکلنے سے پہلے صفوں کی درستگی کر لیتے تھے''۔ یہ حدیث مسلم شریف میں ص:۲۲۰، پر ہے۔(۲)

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ''حی علی الفلاح'' کے وقت کھڑے ہونے پر صفوں کی درستگی نہیں ہوسکے گی جس کی احادیث میں تاکید آئی ہے، مذکورہ بالا حدیث کی بنا پر ابتدائے اقامت ہی پر کھڑا ہوجانا ثابت نہیں ہے، اسی طرح صف بندی کی خاطر خلافِ سنت فعل مکروہ نہ کرنا چاہئے۔

(۱) (والقيام)لإمام ومؤتم(حين قيل "حيّ على الفلاح")خلافاً لزفر،فعنده عند"حيّ على الصلاة". ابن كمال.(إن كان الإمام بقرب المحراب وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر) وإن دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه إلا إذا أقام الإمام بنفسه في مسجد فلايقفوا حتى يتم إقامته(ظهيرية) وإن خارجه قام كل صف ينتهي إليه.بحر. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار،آخرباب صفة الصلاة،آداب الصلاة:٤٤٧/١،ظفير)

(۲) عن ابن شهاب أخبرني أبوسلمة بن عبد الرحمٰن بن عوف رضى اللّٰه تعالىٰ عنه سمع أبا هريرة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه يقول:"أقيمت الصلاة،فقمنا،فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم،فأتىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم حتىٰ إذا قام فى مصلاه قبل أن يكبرذكر فانصرف،وقال لنا: مكانكم"الخ.(الصحيح لمسلم،كتاب المساجد،باب متىٰ يقوم الناس للصلاة:٢٢٠/١،قديمى)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت اور اسی طرح بعض اور روایتیں ایسی ہیں جن میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ:

ہم ”سرکار کے مسجد میں تشریف لانے سے پہلے ہی کھڑے ہوجاتے اور صفوں میں اپنی جگہ لے لیتے، نیز صفوں کی درستگی کر لیتے“۔(۱)

لیکن اس سے ابتدائے اقامت سے کھڑے ہونے کا استدلال کس طرح کیا جاسکتا ہے جب کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسی طرز عمل پر نکیر فرمائی:

”إذا أقیمت الصلاۃ فلا تقوموا حتّٰی ترونی قد خرجتُ“. (بخاری ومسلم وترمذی ومشکوٰۃ)(۲)

یعنی ”اے صحابہ! جب اقامت کہی جائے نماز کے لئے تو تم لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوا کرو جب تک مجھے نہ دیکھ لو (حجرہ اقدس سے) نکل گیا ہوں“ لہٰذا صحابہ کے اس عمل کے لئے: **”لا تقوموا حتّٰی ترونی“** والی حدیث ناسخ ہوگی اور صحابہ کا عمل ابتدائے اقامت سے کھڑا ہونا اس حدیث سے منسوخ ہوگا۔

دینی مدارس کا مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ عمل حدیثِ ناسخ پر ہوتا ہے منسوخ پر نہیں۔ فتح الباری شرح البخاری، جلد دوم، ص: ۱۰۰، پر ہے:

”حدیث أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کان بسبب النہی عن ذلک فی حدیث أبی قتادۃ“. (۳)

علامہ نووی شرح مسلم میں ص: ۲۲۱، میں فرماتے ہیں:

”ولعل قولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم: ”فلا تقوموا حتّٰی ترونی“ کان بعد ذلک. (۴)

یعنی سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی کہ ”تم لوگ کھڑے نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو“،

---

(۱) ”عن ابن جریج عن ابن شہاب: ”أن الناس کانوا ساعۃ یقول المؤذن: ”أللّٰہ أکبر“ یقومون للصلاۃ، فلا یأتی النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم مقامہ حتّٰی تعتدل الصفوف“.)

”وفی الصحیح لمسلم وسنن أبی داؤد ومستخرج أبی عوانۃ: ”أنہم کانوا یعدلون الصفوف قبل خروجہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم“. (نیل الأوطار، أبواب الأذان، المحافظۃ علی الأذان عند دخول وقت الظہر: ۳۱/۲، دار الباز، عباس الباز، مکۃ المکرمۃ)

(۲) الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب متّٰی یقوم الناس للصلاہ: ۲۲۰/۱، قدیمی/صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب متی یقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامۃ: ۸۸/۱، قدیمی/سنن الترمذی، أبواب الصلاۃ، باب ماجاء أن الإمام أحق بالإقامۃ: ۵۰/۱، سعید/مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب فیہ فصلان: ۶۷/۱، قدیمی)

(۳) فتح الباری، کتاب الأذان، باب متّٰی یقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامۃ: ۱۵۳/۲، قدیمی

(۴) النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب متّٰی یقوم الناس للصلاۃ: ۲۲۱/۱، قدیمی

صحابہ کے اس عمل کے بعد ہے، چنانچہ یہی علامہ نوویؒ صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل شرح مسلم: ۱/۲۲۱، میں نقل فرماتے ہیں:

"وكان أنس رضى الله تعالىٰ عنه يقوم إذا قال المؤذن: "قد قامت الصلاة". (۱)

یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ جب مکبر "**قد قامت الصلاة**" کہتا، اس وقت قیام فرماتے۔

پھر یہی علامہ نووی شارح مسلم اقامت کے متعلق روایاتِ مختلفہ کی توضیح وتشریح کے بعد ائمہ کرام کے اقوال نقل کرتے ہوئے امام المشارق والمغارب امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک بیان فرماتے ہیں:

"قال أبوحنيفة رحمه الله تعالىٰ والكوفيون: يقومون فى الصف إذا قال: "حى على الصلاة". (شرح مسلم: ۲۲۱/۱)(۲)

نیز فتح الباری شرح البخاری:۲/۱۰۰، میں ہے:

"وعن أبى حنيفة رحمه الله تعالىٰ: "يقومون إذا قال: "حى على الفلاح". (۳)

یعنی امام اعظم ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ لوگ "**حى على الفلاح**" پر کھڑے ہوں۔

شلبی حاشیہ زیلعی کے ص:۱۰۸، میں ہے:

"قال فى الوجيز: والسنة أن يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن: "حى على الفلاح". (۴)

یعنی وجیز میں فرمایا کہ جب مکبر "**حى على الفلاح**" کہے اس وقت امام ومقتدی کا کھڑا ہونا سنت ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شرح وقایۃ :۱/۱۵۵، پر ہے (یہ کتاب ہر مدرسہ میں پڑھائی جاتی ہے یعنی بریلوی مسلک کے مدرسہ میں بھی اور دیوبندی مسلک کے مدرسہ میں بھی):

"ويقوم الإمام والقوم عند "حى على الصلاة". (۵)

كذا فى نور الإيضاح، ص: ۲٤. (٦)

(۱-۲) النووى على الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب متىٰ يقوم الناس للصلاة: ۲۲۱/۱، قديمى

(۳) فتح البارى، كتاب الأذان، باب متىٰ يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ۱٥۳/۲، قديمى

(۴) حاشية الشلبى علىٰ تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۸۳/۱، دار الكتب العلمية، بيروت

(۵) شرح الوقاية، كتاب الصلاة، بيان حكم ترك الأذان و الإقامة: ۱۳٦/۱، سعيد

(٦) "والقيام حين قيل: "حى على الفلاح". (نور الإيضاح متن مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، فصل من آدابها، ص: ۲۷۷، قديمى)

درمختار، ص:٢٩٣، پر ہے:

"والمؤذن يقيم قعد". (١)

ردالمختار کے اسی صفحہ پر ہے:

"(قوله: قعد) ويكره له الانتظار قائماً ولكن يقعد، ثم يقوم إذا بلغ المؤذن "حي على الفلاح"، انتهىٰ، هندية. (٢)

فتاویٰ عالمگیری: ٢٩/١ پر ہے:

"إذا دخل الرجل عند الإقامة، يكره له الانتظار قائمًا، ولكن يقعد، ثم يقوم إذا بلغ المؤذن قوله: "حي على الفلاح". (٣)

درمختار، ص: ٣٥٢، ٣٥٣ پر ہے:

"(والقيام) لإمام ومؤتم (حين قيل "حي على الفلاح"). (٤)

طحطاوی مطبوعہ قسطنطنیہ، ص: ١٥١، پر ہے:

"وإذا أخذ المؤذن في الإقامة، ودخل رجل في المسجد، فإنه يقعد ولا ينتظر قائمًا، فإنه مكروه، كذا في المضمرات، قهستاني، ويفهم منه كراهة القيام ابتداءً والناس عنه غافلون". (٥)

یعنی جب مکبر تکبیر کہنے لگے اور کوئی شخص مسجد میں آئے، تو اس کو چاہئے کہ وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے؛ اس لئے کہ تکبیر کے وقت کھڑا ہونا مکروہ ہے ایسا ہی مضمرات میں ہے (قہستانی) اور اس حکم سے سمجھا جاتا ہے کہ ابتدائے اقامت سے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ہے:

"قال أبوحنيفة ومحمد: يقومون في الصف إذا قال "حي على الصلاة". (٦)

(١-٢) والعبارة بتمامها: "دخل المسجد والمؤذن يقيم، قعد إلىٰ قيام الإمام في مصلاه". (الدرالمختار على صدر ردالمحتار، كتاب الصلاة، آخرباب الأذان: ٤٠٠/١، سعيد)

(٣) الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في بيان كلمات الأذان والإقامة: ٥٧/١، رشيدية.

(٤) الدرالمختار على صدر ردالمحتار، كتاب الصلاة، آخرباب صفة الصلاة: ٤٧٩/١، سعيد

(٥) حاشية الطحطاوي علىٰ مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل من آدابها: ٢٧٨، قديمي

(٦) عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب متىٰ يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ١٥٤/٥، إدارة الطباعة المنيرية، الناشر محمد أمين دمشق، بيروت

یعنی امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا کہ صف میں لوگ اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر **"حی علی الصلاۃ"** کہے۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے صاف ظاہر ہوگیا کہ امام اعظمؒ کا فرمان واجب الاذعان مدلل بحدیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، تو یہ حکم امام اعظم ودیگر فقہائے کرام کے نزدیک سنت ٹھہرا، لہٰذا اس کے خلاف عمل کرنا یعنی ابتدائے اقامت سے کھڑا ہونا خلاف سنت اور مکروہ ہے، جولوگ صفوں کی درستگی کا بہانہ بنا کر شروعِ اقامت سے کھڑے ہونے کو کہتے ہیں وہ اپنی کم علمی اور مسائلِ شرعیہ سے عدمِ واقفیت کا ثبوت دیتے ہیں۔کیا علماء متقدمین ومتأخرین یہاں تک کہ ائمہ ثلاثہ (حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام ابو یوسف اور محرر مذہب حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جو امام ومقتدی کو **"حی علی الفلاح"** پر کھڑے ہونے کا حکم دیتے ہیں ان لوگوں کے سامنے صفوں کی درستگی کا مسئلہ نہیں تھا اور یقیناً تھا، جتنا ان لوگوں نے احادیثِ کریمہ کے مفہوم کو سمجھا ہے مخالفین سمجھنے سے قاصر ہیں، خود امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ! **"إذا صح الحدیث فهو مذهبی"**.(۱)

حدیث شریف سے بعد اقامت بھی صفوں کی درستگی کا اہتمام ثابت ہے، حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ تکبیرِ تحریمہ کہتے، آپ نے ایک شخص کو دیکھا؛ جس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا، تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بندو! اپنی صفوں کو برابر کرو"۔حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

"خرج یومًا فقام حتٰی کاد أن یکبر، فرأی رجلاً بادیاً صدره من الصف فقال: عباد اللّٰه! أقیموا صفوفکم".(۲)

یقیناً صفوں کی درستگی کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے، لیکن تاکید کے معنی ہرگز نہیں کہ صفوں کی درستگی اس کے مقررہ وقت سے پہلے کی جائے، کیا نمازوں کی تاکید قرآن وحدیث میں نہیں آئی ہے؟ اور یقیناً آئی ہے، تو کیا اس کو وقت سے پہلے ادا کریں گے، بلکہ ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کریں گے۔

نماز با جماعت کے لئے کھڑے ہونے کا وقت قولِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عملِ صحابہ اور مذہب حنفیہ سے

---

(۱) شرح عقود رسم المفتی، ٦٧، میر محمد کتب خانه، کراچی

(۲) عن سماک بن حرب قال: سمعتُ النعمان بن بشیر رضی اللّٰه تعالٰی عنه یقول: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یسوی صفوفنا حتی کأنما یسوی بها القداح حتٰی رأی أنا قد عقلنا عنه، ثم خرج یوماً، فقام حتٰی کاد یکبر فرأی رجلاً بادیاً صدره من الصف فقال: عباد اللّٰه! لتسون صفوفکم أو لیخالفن اللّٰه بین وجوهکم". (الصحیح لمسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویة الصفوف وإقامتها: ۱/۱۸۲، قدیمی)

ثابت ہے، اسی وقت پر کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کریں، جیسا کہ محررِ مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنی کتاب موطأ امام محمد میں فرماتے ہیں:

"ینبغی للقوم إذا قال المؤذن: "حی علی الفلاح" أن یقیموا إلی الصلاۃ، فیصفوا ویسووا الصفوف". (١)

یعنی مقتدیوں کو چاہئے کہ جب موذن "**حی علی الفلاح**" کہے تب نماز کے لئے کھڑے ہوں، پھر صف بندی کریں اور صفوں کو سیدھی کریں۔ خود مخالفین کے علما نے بھی یہی فتوی دیا ہے کہ جب مکبر "**حی علی الفلاح**" کہے تب امام ومقتدی کو کھڑا ہونا چاہئے۔

چنانچہ نواب قطب الدین خان مشکوٰۃ شریف کا اردو ترجمہ "مظاہر حق" جدید مطبوعہ ادارہ اسلامیات دیوبند قسط ہشتم، ص: ۳۴، پر لکھتے ہیں:

"فقہا نے لکھا ہے کہ تکبیر کہنے والا جب "**حی علی الصلاۃ**" کہے، تو مقتدیوں کو اس وقت کھڑا ہونا چاہئے"۔ (٢)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی مالابد منہ، ص: ۲۴، میں فرماتے ہیں:

"نزد "حی علی الصلاۃ" امام برخیزد"۔ (٣)

یعنی "**حی علی الصلاۃ**" کے وقت امام اٹھے۔

اس عبارت کی شرح میں مفتی سعد اللہ صاحب لکھتے ہیں:

"امام برخیزد ومقتدیان نیز، زیرا کہ "حی علی الصلاۃ" امراست بجا آوردہ شود"۔

امام اٹھے اور مقتدی بھی، اس لئے کہ "**حی علی الصلاۃ**" میں حکم ہے جس کی بجا آوری کی جائے۔

"صراط مستقیم" مصدقہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند ومولوی عبد الماجد صاحب دریابادی مطبوعہ مینار بکڈپو، چارکمان حیدرآباد، ص: ۱۸۲ میں ہے:

"ائمہ احناف نے کہا ہے کہ امام ومقتدی سب "**حی علی الصلاۃ**" کے وقت کھڑے ہوجائیں"۔

فتاویٰ عالمگیری اردو جدید جز: ۲ میں ہے (جس کے مترجم ومحشی مفتی کفیل الرحمن صاحب نشاط عثمانی فاضل دیوبند ہیں):

"نمازی امام سمیت مسجد میں ہے اس صورت میں جب موذن اقامت کہتے ہوئے "**حي علی الفلاح**" پر پہونچے تو ہمارے تینوں ائمہ کرام: امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک امام اور نمازیوں کو کھڑا ہونا چاہئے درست یہی ہے"۔ (فتاویٰ عالمگیری اردو جدید، ص: ۲۴، جز ونمبر: ۲، ناشر: وسیم بکڈپو، دیوبند، ضلع سہارنپور)

(١) الموطأ للإمام محمد، باب تسویۃ الصفوف: ٨٦-٨٧، میر محمد کتب خانہ، کراچی

(٢) مظاہر حق، کتاب نماز کی، باب بعض احکام اذان: ۱/۲۴۴، ادارہ اسلامیات، لاہور

(٣) مالابد منہ، فصل طریق خواندن نمازیں بروجہ سنت، ص: ۳۴، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان

مذکورہ بالا حدیث اور فقہ حنفی کی کتابوں سے اچھی طرح یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ امام اور مقتدی کا ''**حی علی الفلاح**'' پر کھڑا ہونا سنت ہے، جو لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں یا دوسروں کو کرنے کے لئے کہتے ہیں وہ اس سنت کو مٹانا چاہتے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سنت پر عمل کرتے ہوئے ''**حی علی الفلاح**'' پر کھڑے ہوں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''**من تمسک بسنتی عند فساد أمتی فله أجر مائة شهید**''. (۱)

''جس شخص نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما''، یعنی اس پر عمل کیا، تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

هذا هو الحق و الحق بالاتباع أحق.

حدیث نعمان بن بشیر اور امام محمد کے بیان سے واضح ہوگیا کہ صفوں کی درستگی ''**حی علی الفلاح**'' پر کھڑے ہونے کے بعد کرنا چاہئے، صف بندی کا بہانہ کرکے شروعِ اقامت پر کھڑا ہونا خلاف سنت اور مکروہ وجہالت ہے۔

سید مظہر غفرلہ مہتمم اعلیٰ دار العلوم ربانیہ باندہ۔ سید غازی ربانی غفرلہ ناظم اعلیٰ دار العلوم ربانیہ باندہ۔

میں اس فتویٰ کی تصدیق کرتا ہوں۔ سید محمد احسن ربانی غفرلہ امیر شعبۂ تبلیغ

فقیر بھی اس فتویٰ کی تصدیق کرتا ہے۔ سعید محمود القادری غفرلہ (نائب صدر دار العلوم ربانیہ)

هذا هو الحق و الصواب مولانا قاری سرتاج مسعودی غفرلہ (فاضل دار العلوم ربانیہ)

إذ قول رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وعمل الصحابة ومذهب علماء الحنفية شاهد علی ما قاله المرتب فهو الصواب ومن یوفق علیه فهو یصاب.

حدیث پاک: ''**أحب الأعمال أدومها**'' (۲) کے تحت مسلسل ''**حی علی الفلاح**'' پر نماز باجماعت کے لئے سنت اور مستحب جانتے ہوئے کھڑا ہونا عند اللہ محبوب ہے۔ اس کو مکروہ تحریمی یعنی حرام کے قریب کہتے ہیں شریعت پر افتراء کررہے ہیں۔

محمد حبیب الدین قادری قادری غفرلہ دار العلوم ربانیہ (مفتی دار الافتاء شیخ الحدیث دار العلوم)

(۱)　مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة: ۱/ ۳۰، قدیمی

(۲)　عن عائشة رضی اللّٰه عنها أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یحجر حصیرًا باللیل فیصلی علیه، ویبسطه بالنهار فیجلس علیه فجعل الناس یثوبون إلی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فیصلون بصلاته حتی کثروا فأقبل فقال: خذوا من الأعمال ماتطیقون فإن اللّٰه لا یمل حتی تملوا وإن أحب الأعمال إلی اللّٰه مادام وإن قل. (الصحیح للبخاری، باب الجلوس علی الحصیر ونحوه (ح: ۵۸۶۱)/ الصحیح لمسلم، باب فضیلة العمل الدائم من قیام اللیل، قبل کتاب فضائل القرآن (ح: ۷۸۲)/ مسند البزار، مسند عائشة أم المؤمنین (ح: ۲۹۶) انیس)

قول المرتب صحیح: مولانا قاری سید منظر ربانی مدرس دارالعلوم ربانیہ (مفتی دارالافتاو شیخ الحدیث دارالعلوم)
هذا القول صحیح: مولانا قاری سید خوشتر ربانی مدرس دارالعلوم ربانیہ۔
شائع کردہ: ناظم نشر و اشاعت دارالعلوم ربانیہ علی گنج، باندہ، یوپی۔
نوٹ از ناقل:
ایک اشتہار ہے، جسے کسی نے استفتا کے طور پر بھیجا ہے، وہ مطبوعہ اشتہار رجسٹر نقول ''فتاویٰ دارالعلوم ربانیہ باندہ'' میں لگا ہوا ہے، اس سے بعینہ یہ نقل ہے، بغیر کسی ایک لفظ کے ترک کے، الا یہ کہ سہواً ترک ہو گیا ہو، یہ تو کسی کو بھی دعویٰ کا حق نہیں کہ سہواً بھی کچھ نہیں ہوا۔

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ مسئلہ نہ فرائض میں سے ہے، نہ واجبات میں سے، نہ سنن مؤکدہ میں سے، بلکہ مستحبات میں سے ہے۔(۱) اور کسی مستحب چیز پر ایسا اصرار کرنا جیسا کہ واجب پر کیا جاتا ہے درست نہیں، بلکہ اس سے اس کا استحباب ختم ہو کر اس میں کراہیت آجاتی ہے:

''الإصرار علی المندوب یبلغه إلٰی حد الکراهة''. (سباحة الفکر)(۲)

اور مسئلہ میں بھی تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر امام پہلے ہی سے مصلی کے قریب موجود ہو، مثلاً عصر کی نماز پڑھی اور وہیں مصلی پر بیٹھے ہوئے وعظ کہنا یا کتاب سنانا شروع کیا، یہاں تک کہ مغرب کا وقت آ گیا، اذان ہوئی اور اقامت ہوئی ایسی حالت میں کہ جب امام اور مقتدی اپنی اپنی جگہ پر موجود ہیں، تو جس وقت اقامت کہنے والا **''حی علی الصلاۃ''** یا **''حی علی الفلاح''** پر پہونچے تو امام اور مقتدی سب کے سب کھڑے ہو جائیں تاکہ **''حی علی الصلاۃ''** کے خطاب پر عمل ہو جائے۔ اگر امام سامنے سے آئے مثلاً جدارِ قبلہ میں اس کا کمرہ ہے یا آنے کا دروازہ ہے

(۱) **قال العلامة العینی فی العمدة:** وقد اختلف السلف متٰی یقوم الناس إلی الصلاة، فذهب مالک وجمهور العلماء إلٰی أنه لیس لقیامهم حدٌ، ولکن استحب عامتهم القیام إذا أخذ المؤذن فی الإقامة''. (إعلاء السنن، أبواب الإمامة، باب وقت قیام الإمام والمأمومین للصلاة: ۳۲۷/٤، إدارة القرآن، کراچی)

(۲) سباحۃ الفکر میں نہیں ملا، البتہ انہی الفاظ کے ساتھ سعایہ میں ہے، دیکھئے! (السعایة فی کشف ما فی شرح الوقایة، کتاب الصلاة، قبیل فصل فی القراءة: ۲٦٥/۲، سهیل اکیڈمی، لاهور)

(فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم، والتخصیص من غیر مخصص مکروهاً''. (سباحة الفکر فی الجهر بالذکر: ۳٤، مجموعة رسائل اللکنوی: ٤٩٠/۳؛ إدارة القرآن، کراچی)

من أصر علی أمر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال فکیف بمن أصر علی بدعة أو منکر. (شرح المشکوٰة للطیبی الکاشف عن حقائق السنن، باب الدعاء فی التشهد: ۱۰٥۱/۳. انیس)

تو جیسے ہی اس پر نظر پڑے، سب کے سب کھڑے ہو جائیں اور اگر امام مصلیوں کی پشت کی جانب سے مثلاً حوض یا وضوخانہ سے آئے تو جس جس صف پر پہنچتا رہے وہ صف کھڑی ہوتی جائے یہاں تک کہ امام جب مصلی پر پہنچے تو سب کھڑے ہو چکے ہوں:

''(ولها آداب)تركه لايوجب إساءةً ولا عتاباً كترك سنة الزوائد،لكن فعله أفضل(إلٰى أن قال)... :(والقيام)لإمام ومؤتم (حين قيل حي على الفلاح)خلافاً لزفر،فعنده عند ''حي على الصلاة''.ابن كمال.(إن كان الإمام بقرب المحراب،وإلا فيقوم كل صفٍ ينتهي إليه الإمام على الأظهر)وإن دخل من قُدام قاموا حين يقع بصرهم عليه آه''.(الدر المختار)

(قوله:وإلا،الخ):أي وإن لم يكن الإمام بقرب المحراب بأن كان في موضع آخر من المسجد أي خارجه ودخل من خلفٍ،آه''.(ردالمحتار: ٣٢٢/١)(١)

نیز طحطاوی علی الدر المختار میں ہے کہ ''حي على الصلاة'' یا ''حي على الفلاح'' کے وقت کھڑے ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھا رہے، پس اگر کوئی شخص شروعِ اقامت کے وقت کھڑا ہو جائے، تو بھی کوئی جرم نہیں۔(٢) مثلاً! ایک شخص وظیفہ پڑھ رہا ہے اور اقامت شروع ہوگئی اور وہ چاہتا ہے کہ اپنا وظیفہ پورا کرے، تو اس کو گنجائش ہے کہ ''حي على الصلاة'' سے پہلے پہلے جلدی جلدی جس قدر پڑھ سکے پڑھ لے، اس کے بعد نہ بیٹھا رہے، بلکہ کھڑا ہو جائے۔

امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور اقامت شروع ہوگئی اور وہ ''حي على الصلاة'' پر کھڑا ہو گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ جواب دیا کہ ''لا حرج'' پھر پوچھا کہ ایک شخص شروع اقامت کے وقت کھڑا ہو جائے، تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو جواب دیا کہ ''لا حرج''.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ اتنا اہم نہیں جتنا اہم بنالیا ہے اور اس کو ایک شعار قرار دے لیا گیا۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح کی عبارت سے ایک فریق نے استدلال کیا ہے کہ ''حي على الصلاة'' سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔(٣)

---

(١)　رد المحتار، كتاب الصلاة، آخر باب صفة الصلاة: ٤٧٧/١-٤٧٩، سعيد

(٢)　''والظاهر أنه احترازعن التأخير لا التقديم حتٰى لو قام أول الإقامة، لابأس''، آه.(حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ٢١٥/١، دار المعرفة، بيروت)

(٣)　دخل المسجد فإنه يقعد، ولاينتظر قائمًا، فإنه مكروه كما في المضمرات قهستاني، ويفهم منه كراهة القيام ابتداء الإقامة والناس عنه غافلون.(حاشية الطحطاوي علٰى مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل من آدابها: ٢٧٨، قديمي)

ایسے ہی قریب قریب عالمگیری کی عبارت ہے۔(۱)

اور اس پر اتنا زور باندھا کہ مستقل نزاعات شروع ہوگئے، حالاں کہ مسئلہ میں بڑی وسعت ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں اول اول یہ طریقہ تھا کہ حجرۂ مبارکہ میں ہی تشریف فرما ہوتے تھے، اس پر ارشاد فرمایا کہ: ''تم لوگ کھڑے مت ہوا کرو، یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو کہ میں حجرہ سے باہر آ گیا'' اور پھر یہ معمول ہوگیا کہ صف بنا کر صحابہ کرام بیٹھے رہتے اور مؤذن کی نظر حجرہ مبارکہ کی طرف ہوتی، جیسے ہی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر مؤذن کی نظر جاتی کہ آپ تشریف لا رہے ہیں، تو فوراً کھڑے ہو کر اقامت شروع کر دیتے اور سب نمازی کھڑے ہو جاتے، یہاں تک کہ جب مصلی مبارک پر پہنچتے تو سب کھڑے ہوئے ملتے اور نماز شروع فرما دیتے۔

یہ تفصیل **بذل المجهود شرح أبي داؤد**: ۳۰۷/۱، میں ہے۔(۲) اور اس میں زہری، مالک، سعید بن مسیّب، عمر بن عبدالعزیز وغیرہ رحمہم اللہ اکابر کے اقوال بھی موجود ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ میں بڑی وسعت ہے۔(۳) لہٰذا ایک جہت پر اصرار کرنا اور اس کے خلاف کو معصیت سمجھنا درست نہیں۔ ترکِ افضل بہر حال ترکِ افضل ہی ہے، معصیت نہیں ہے، دونوں جانب کو ملحوظ رکھنا چاہئے، نہ بیٹھنے والوں پر ایسی نکیر کی جائے جیسے گناہ کرنے والوں پر ہوتی ہے، نہ کھڑے ہونے والوں پر ایسی نکیر کی جائے اور اس مسئلہ کو لے کر نزاع پیدا کرنا اور مسجد کو اکھاڑا بنانا ہرگز ہرگز جائز نہیں، قرآن پاک میں صریح حکم ہے: ﴿وَلاَ تَنَازَعُوْا﴾ (الأنفال: ٤٦) فقط واللہ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، صدر مفتی دارالعلوم دیوبند۔ ۲۹/۱۱/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ ۴۸۵/۵-۴۹۵)

---

(۱) ''إذا دخل الرجل عند الإقامة يكره له الانتظار قائماً، ولكن يقعد، ثم يقوم إذا بلغ المؤذن قوله: حي على الفلاح، كذا في المضمرات''. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في بيان كلمات الأذان والإقامة: ۵۷/۱، رشيدية)

(۲) عن عبد الله بن أبي قتادة عن أبيه أبي قتادة رضي الله تعالیٰ عنهما عن النبي صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: ''إذا أقيمت الصلاة'' أي نودي بألفاظ الإقامة للصلاة ''فلا تقوموا منتظرين للصلاة حتیٰ تروني''. أي تبصروني ''خرجتُ''. قال الحافظ في الفتح: قال القرطبي: ظاهر الحديث أن الصلاة تُقام قبل أن يخرج النبي صلی الله تعالیٰ عليه وسلم من بيته ... بأن بلالاً كان يراقب خروج النبي صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فأول ما يراه يشرع في الإقامة قبل أن يراه غائب الناس، ثم إذا رأوه قاموا، فلا يقوم في مكانه حتیٰ تعتدل صفوفهم ''(بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب في الصلاة تُقام ولم يأت الإمام ينتظرونه قعودًا: ۳۰۷/۱، مكتبة امدادية، ملتان)

(۳) فذهب مالک وجمهور العلماء إلیٰ أنه ليس لقيامهم حد، ولكن استحب عامتهم القيام ==

نماز کے لیے امام وقوم کے اٹھنے کے وقت کی تحقیق:

سوال: زید وبکر دو عالم سنی المذہب آپس میں مختلف ہوگئے ہیں، دونوں کے دلائل لکھے جاتے ہیں، جو حق و انصاف ہو، اس کو تحریر فرمائیں۔ **واحکم بینهما بالحق.**

زید کا قول ہے کہ تکبیر ہوتے وقت امام ومقتدی کو بیٹھے رہنا اور ''**حی علی الفلاح**'' سنکر کھڑے ہونا مستحب ہے، اور شروع تکبیر سے کھڑے رہنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری وغیرہ کتب فقہیہ)

بکر کا قول ہے کہ یہ مسئلہ عام نہیں بلکہ خاص اس صورت میں ہے جب کہ امام ومقتدی محراب کے قریب ہوں، اور اگر محراب سے دور ہوں تو جب امام محراب کی طرف چلے اور جس صف کے پاس پہنچے اس صف کے لوگ کھڑے ہوتے جائیں، اور اگر آگے سے آیا تو امام پر نظر پڑتے ہی سب کھڑے ہو جائیں۔ جیسا کہ البحر الرائق، درمختار، مجمع الانہر، مراقی الفلاح، عالمگیری وغیرہ وغیرہ میں کمال تشریح سے مذکورہ ہے۔ عبارت البحر الرائق ودرمختار یہ ہے:

(إن كان الإمام بقرب المحراب وإلَّا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر)وإن دخل من قد ام قاموا حين يقع بصرهم عليه،الخ. (۱)

اور بکر یہ بھی کہتا ہے کہ شروع تکبیر سے کھڑے رہنا مکروہ بھی نہیں۔ علامہ طحطاوی حنفی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

الظاهر أنه احترازعن التاخير لا التقديم حتى لوقام أول الإقامة لابأس. (۲)

اور شروع سے کھڑے رہنا کیونکر مکروہ کہا جا سکتا ہے جب کہ عموماً صحابۂ کرام شروع سے کھڑے رہا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری ومسلم کی متعدد حدیثوں میں سے، ایک حدیث بخاری یہ ہے:

أقيمت الصلاة فسوى الناس صفوفهم فخرج رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فتقدم. (۳)

فتح الباری میں بروایت ابن شہاب ہے:

إن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن اللّٰه أكبريقومون إلى الصلاة فلايأتى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم مقامه حتى تعتدل الصفوف. (۴)

== إذا أخذ المؤذن فى الإقامة.وكان أنس رضى اللّٰه تعالىٰ عنه يقوم إذا قال المؤذن:''قد قامت الصلاة'' وكبر الإمام.وعن سعيد بن المسيب وعمربن عبد العزيزإذا قال المؤذن:اللّٰه أكبر، وجب القيام،وإذا قال: ''حی على الصلاة'' اعتدلت الصفوف،وإذا قال:لا إلٰه إلا اللّٰه،كبر الإمام،آه''.(بذل المجهود،شرح أبى داؤد،كتاب الصلاة، باب فى الصلاة تُقام ولم يأت الإمام ينتظرونه قعودًا: ۳۰۷/۱؛مكتبة امدادية،ملتان)

(۱) الدر المختارمتن ردالمحتار، كتاب الصلاة،آداب الصلاة،آخرباب صفة الصلاة: ٤٧٩/١،انيس

(۲) حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب الصلاة.انيس

(۳) الصحيح للبخارى،باب إذا قال الإمام:مكانكم حتى رجع (ح: ٦٤٠)انيس

(۴) فتح البارى شرح صحيح البخارى،باب لايقوم إلى الصلاة مستعجلاً: ١٢٠/٢.انيس

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام **اللّٰہ أکبر** ... سننے کے ساتھ کھڑے ہوجاتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے کے ساتھ ہی مصلے پر کھڑے ہوجاتے۔ چنانچہ لفظ بخاری ''**فخرج**'' اور ''**فتقدم**'' سے ظاہر ہے اور فقہائے کرام نے جو **حی علی الفلاح** پر کھڑے ہونے کو لکھا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شروع سے نہ کھڑا ہوا ہو تو اب اس لفظ پر کھڑے ہوجانا اسے مستحب ہے، جیسا کہ علامہ طحطاوی حنفی نے تصریح کردی۔ **الظاهر أنه احترازعن التأخير لا التقديم.**

غرض **حی علی الفلاح** تک بیٹھنا شرعاً مطلوب ومندوب نہیں ہے، اسی وجہ سے محققین فقہائے نے **قيام عند حی علی الفلاح** کومندوب لکھا ہے؛ کسی نے **قعود إلى حی علی الفلاح** کومندوب نہیں لکھا اور حدیث وفقہ میں اسی صورت سے مطابقت ہوسکتی ہے۔

بکر کہتا ہے کہ اگر لاکھوں صحابۂ کرام سے کسی صحابہ نے کبھی **حی علی الفلاح** تک قعود کیا ہو، تو بے شک قعود کرنا بہتر ہوگا، ورنہ صرف جائز یا مباح کہا جائے گا، اور شروع سے کھڑے رہنے کو ہرگز مکروہ نہ کہا جائے گا، اگرچہ عالمگیری میں مکروہ لکھا ہے، مگر بے دلیل ہے، لہذا قابلِ تسلیم نہیں، دیکھو اسی عالمگیری میں صیام ستہ شوال کو بروایت حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مکروہ لکھا ہے، حالانکہ بے دلیل ہے، دوسرے فقہائے نے اس مسئلہ عالمگیری کو تسلیم نہ فرمایا اور عام طور پر صیام ستہ کو مستحب ومندوب لکھا ہے، اور فقہ میں بہت ایسے مسائل ہیں کہ کسی نے مکروہ لکھ دیا، مگر محققین فقہا کے نزدیک اس کی کوئی دلیل نہ ملی، لہذا اس کی کراہت تسلیم نہ فرمائی، شامی وبحر وغیرہ میں کثرت سے اس قسم کی عبارت ملتی ہے: **لا يلزم منه الكراهة إذ لابد لها من دليل**، اگر تھوڑی دیر ظاہر عبارات حضرات فقہاء کرام سے حی علی الفلاح تک بیٹھنے کو مستحب سمجھ لیا جائے جب بھی شروع سے کھڑے رہنا فقہا کے قول پر مکروہ نہ ہوگا، کیونکہ ترک مستحب سے کراہت نہیں لازم آتی ہے۔ البحر الرائق جلد:١، میں لکھا ہے:

ولا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة إذ لابد لها من دليل خاص. (١)

غرض اصول وضوابط فقہیہ حنفیہ سے شروع سے کھڑے ہونے کی کراہت نہیں ثابت ہوسکتی۔

بکر نے اس کے متعلق ایک رسالہ مدلل ومفصل لکھا ہے، جس کا نام ''**الكلام المحكم في قيام الإمام و المؤتم**'' ہے، لہذا آپ دونوں میں غور فرما کر جو حق ہو اس کو تحریر فرمائیں، خلاصہ قول بکر یہ کہ شروع سے نہ قیام مکروہ نہ قعود مستحب بلکہ اگر بیٹھا رہا تو **حی علی الفلاح** سن کر کھڑے ہونا مستحب ہے۔

دوسرا مسئلہ: بکر کا معمول ہے کہ وضو اور سنتوں سے فارغ ہوکر مسجد میں ایسے وقت آتا ہے کہ لوگ وضو اور سنتوں

---

(١) **البحر الرائق، الجهر بالتكبير في العيد: ١٧٦/٢ . انيس**

سے فارغ رہتے ہیں یا قریب فارغ ہونے کے رہتے ہیں، تو آنے کے ساتھ ہی مصلے پر کھڑا ہو جاتا ہے، اور اس کو سنت کریمہ جانتا ہے جیسا کہ بخاری میں ہے: **فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فتقدم** اور مسلم میں **فأتى فقام مقامه**(۱) سے ثابت ہے اور اس کے بعد تکبیر شروع ہوتی ہے تو بکر اپنے مقتدیوں سے کہتا ہے کہ اس صورت میں سب مقتدیوں کو کھڑے ہو جانا چاہئے، جیسا کہ عبارات فقہیہ مذکورہ سے ثابت ہے:

وإلاّ فيقوم كلّ صف ينتهي إليه الإمام.(۲)

ونیز حدیث صحیح: "**لا تقوموا حتى تروني**" سے بھی مقتدیوں کا قیام کرنا سنت ہے، زید کہتا ہے کہ اس امام کو بھی آکر مصلّے پر بیٹھ جانا چاہئے اور حیّ **على الفلاح** پر کھڑے ہونا چاہئے، بکر کہتا ہے کہ اس وقت بیٹھنے کے لئے کسی فقیہ نے تصریح نہ کی، لہذا قابل تسلیم نہیں، بلکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فتاویٰ رضویہ جلد دوم صفحہ ۵۰۸ میں ایسے امام کے لئے فرمایا "اسے بیٹھنے کی بھی حاجت نہیں، مصلے پر جائے اور "**حی علی الفلاح**" یا ختم تکبیر پر تکبیر تحریمہ کہے" اور صفحہ ۲۷۴ میں فرماتے ہیں "پھر جب امام آئے اور تکبیر شروع ہو، اس وقت دو صورتیں ہیں، اگر امام صفوں کی طرف سے داخل مسجد ہو تو جس صف سے گذرتا جائے وہی صف کھڑی ہوتی جائے، اور اگر سامنے سے آئے تو اسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہو جائیں"

لہذا بکر کا یہ معمول فقہ حنفی اور فتاویٰ رضویہ کی تصریح کے موافق کیسا ہے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بکر جب مسجد میں آتا ہے اور دیکھتا ہے کہ مصلی کم ہیں یا زیادہ تر لوگ وضو اور سنتوں میں مصروف ہیں تو قرب محراب میں بیٹھ جاتا ہے اور لوگوں کے فارغ ہونے کا انتظار کرتا ہے اور اس انتظار کو بھی سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) جانتا ہے، جب فارغ ہو جاتے ہیں تو تکبیر شروع کرا دیتا ہے اور ظاہر الفاظ فقہیہ کے خیال اور مقامی علما کے موافقت کے لحاظ سے تکبیر ہوتے وقت بیٹھا رہتا ہے اور "**حی علی الفلاح**" سن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اس بیٹھے رہنے کو دلائل مذکورہ کی رو سے صرف جائز ومباح جانتا ہے، پس بکر کا یہ عمل اور خیال کیسا ہے۔

تیسرا مسئلہ یہ کہ! زید بعد خطبہ جمعہ بھی جلوس کرتا ہے اور **حی علی الفلاح** پر کھڑا ہوتا ہے، بکر کہتا ہے کہ اس وقت کے لئے کسی فقیہ نے جلوس کی تصریح نہ فرمائی، لہذا خطبہ کے بعد بیٹھنا نہ چاہئے، بلکہ خطبہ سے فارغ ہو کر مصلی پر کھڑا ہو جائے۔

---

(۱) الصحيح للبخاري، باب إذا قال الإمام: مكانكم حتى رجع (ح: ٦٤٠)/الصحيح لمسلم، باب متى يقوم الإمام للصلاة (ح: ٦٠٥) انيس

(۲) الدر المختار على صدر رد المحتار، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة: ٤٧٩/١، بيروت. انيس

چنانچہ حضرت فاضل بریلوی کے فتاویٰ رضویہ، ج:۲،ص:۵۰۸ میں ہے:

''بعد خطبہ اسے اختیار ہے کہیں منقول نہیں کہ خطبہ فرما کر تکبیر ہونے تک جلوس فرماتے ہیں، یہ حکم قوم کے لئے ہے''۔

چوتھا مسئلہ: زید باوجود مستحب جاننے کے اس مسئلہ میں تشدد کرتا ہے، اور شروع سے کھڑے رہنے والے کو بار بار تاکید کرکے بٹھاتا ہے، بکر کہتا ہے کہ امر مستحب کے لئے یہ تشدد زیبا نہیں اور نہ مستحب کی یہ شان ہے۔

پانچواں مسئلہ: یہ ہے جس میں زید وبکر دونوں حیران ہیں کہ فقہ میں جہاں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ **حی علی الفلاح** پر کھڑے ہوجائیں وہاں امام ومقتدی دونوں کے واسطے لکھا ہے، مگر حضرت فاضل بریلوی فتاویٰ رضویہ جلد دوم صفحہ:۵۰۹ میں لکھتے ہیں:

''یہ حکم قوم کے لئے ہے''۔

پھر صفحہ:۵۱۱، میں ہے:

''امام کے لئے اس میں خاص کوئی حکم نہیں مقتدیوں کو حکم ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنیں'' الخ۔

پھر صفحہ:۵۱۳، میں ہے:

''مقتدیوں کو حکم یہ ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنیں''

پس حضرت فاضل بریلوی کی یہ تخصیص قوم کی بظاہر عموماً کتب فقہیہ ونیز بہار شریعت کے تصریحات کے خلاف ہے اور اس سے زیادہ حیرت یہ ہے کہ بہار شریعت کے آخر میں حضرت فاضل بریلوی ممدوح کی تصدیق موجود ہے، پس حضرات علماء کرام اس کی تحقیق فرمائیں کہ کون صحیح ہے؟ بلا دلیل وحوالہ کتاب کوئی جواب نہ ہو۔

قال البكر: ماكنت قاطعاً أمرًا حتى أفتونى فى أمرى.

تفصيل الجواب ———————— وتحقيق الصواب

أقول وبالله التوفيق وهو الهادى وهو خير رفيق!

قال العلامة البدر العينى فى شرح البخارى تحت حديث ''لا تقوموا حتى ترونى'' مانصه:

قد اختلف السلف متى يقوم الناس إلى الصلاة؟ فذهب مالك والجمهور إلى أنه ليس لقيامهم حد، ولكن استحب عامتهم القيام إذا أخذ المؤذن فى الإقامة.

وكان أنس رضى الله عنه يقوم إذا قال المؤذن ''قدقامت الصلٰوة'' وكبر الإمام. (رواه ابن المنذر وغيره كذا رواه سعيد بن منصور من طريق أبى إسحاق عن أصحاب عبد الله. قاله الحافظ فى الفتح (: ٢/ ١٠٠) فهو حسن أو صحيح على قاعدته.)

وحكاه ابن أبي شيبة عن سويد بن غفلة وقيس بن أبي حازم وحماد وعن سعيد بن المسيب وعمربن عبدالعزيز: إذا قال المؤذن "الله أكبر" (أي ثبت وحان وقته) وجب القيام وإذا قال "حي على الصلوٰة" اعتدلت الصفوف وإذا قال "لا إله إلا الله" كبر الإمام. (ذكره الحافظ في الفتح أيضًا فهوحسن أوصحيح علىٰ قاعدته) وذهبت عامة العلماء إلىٰ أنه لايكبر حتىٰ يفرغ المؤذن من الإقامة. وفي المصنف كره هشام يعني ابن عروة أن يقوم حتىٰ يقول المؤذن: "قد قامت الصلاة" وعن يحيى بن وثاب: إذا فرغ المؤذن كبر، وكان إبراهيم يقول إذا قامت الصلاة كبر ومذهب الشافعي وطائفة: أنه يستحب أن لايقوم حتى يفرغ المؤذن من الإقامة وهوقول أبي يوسف، وعن مالك رحمه الله: السنة في الشروع في الصلاة بعد الإقامة وبداية استواء الصف، وقال أحمد: إذا قال المؤذن "قد قامت الصلاة" يقوم، وقال زفر: إذا قال المؤذن "قد قامت الصلاة" مرة قاموا و إذا قال ثانيًا افتتحوا. و قال أبوحنيفة ومحمد: يقومون في الصف إذا قال "حي على الصلاة" فإذا قال "قد قامت الصلاة" كبرالإمام لأنه أمين الشرع وقد أخبربقيامها فيجب تصديقه وإذا لم يكن الإمام في المسجد فذهب الجمهورإلىٰ أنهم لايقومون حتى يروه، آه. (باب متى يقوم الناس إذا رؤا الإمام: ٢/٦٧٦)

قلت: وفي قوله وإذا لم يكن الإمام في المسجد، الخ: إشارة إلىٰ أن الاختلاف المذكورسابقاً في وقت القيام إنما هوفيما إذاكان الإمام في المسجد، وقال الحافظ في الفتح: أما حديث أبي هريرة الآتي (الذي أخرجه البخاري) بلفظ: "أقيمت الصلاة فسوى الناس صفوفهم فخرج النبي صلى الله عليه وسلم" ولفظه في مستخرج أبي نعيم "فصف الناس صفوفهم ثم خرج علينا" ولفظه عند مسلم "أقيمت الصلاة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا النبي صلى الله عليه وسلم" فيجمع بينه وبين حديث أبي قتادة (لا تقوموا حتى تروني) بأن ذلك ربما وقع لبيان الجوازوبأن صنيعهم في حديث أبي هريرة كان سبب النهي عن ذلك في حديث أبي قتادة وأنهم كانوا يقومون ساعة تقام الصلاة ولولم يخرج النبي صلى الله عليه وسلم فنهاهم عن ذلك لاحتمال أن يقع له شغل يبطيء فيه عن الخروج فيشق عليهم انتظاره، آه. (باب لايقوم إلى الصلاة مستعجلاً: ٢/١٠٠)

قلت: وقد روى مسلم عن جابربن سمرة: " أن بلالا كان لايقيم حتى يخرج النبي صلى الله عليه وسلم فإذا خرج أقام الصلاة حين يراه"، آه. (باب متى يقوم الناس للصلاة: ١/٢٢١ (ح: ٦٠٦)

ولعل فيه حكاية عن فعل بلال بعد النهى المذكورفى حديث أبى قتادة،وروى البزارعن عبد الله ابن أبى أوفٰى مرفوعًا قال:كان بلا ل إذا قال"قد قامت الصلاة"نهض رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير.وفيه الحجاج بن فروخ ضعفه الهيثمى فى مجمع الزوائد (١٨٢/١)(١) وذكره ابن حبان فى الثقات كما فى اللسان (ج:٢/ص:١٧٩)فهوحسن الحديث.

وقد تقدم عن أنس أنه كان يقوم إذا قال المؤذن"قد قامت الصلاة".رواه ابن المنذروغيره وسكت عنه الحافظ فى الفتح فهوحسن أوصحيح وهومحمول علىٰ ما إذاكان الإمام فى المسجد بقرب المحراب والمراد بالقيام القيام بحقيقة الصلاة وهوبالتكبيرللإحرام كما يشعر به لفظ البزار"نهض بالتكبير".وأما القيام من الجلوس فلابد أن يتقدمه بشىء فثبت أنه صلى الله عليه وسلم كان يقوم فى مصلاه عند قول المؤذن"قد قامت الصلاة" قبله بشىء وكذا فعله أنس فما رواه عبد الرزاق من ابن جريج عن ابن شهاب"إن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن" الله أكبر"يقومون إلى الصلاة فلا يأتى النبى صلى الله عليه وسلم مقامه حتى تعتدل الصفوف كما فى فتح البارى (١٠٠/٦)(٢) يحمل القيام فيه على القيام من مكان الجلوس لا القيام فى الصف فكانوا يقومون فى الصف عند قول المؤذن"قد قامت الصلاة"قبله بشىء كيلا تتضاد الآثاروإن كا ن الظاهرمنه القيام فى الصف كما لايخفىٰ.

وبالجملة فحاصل الأحاديث: أن الإمام إذاكان فى المسجد بقرب المحراب فلا ينبغى للناس والإمام أن يقوموا قبل الشروع فى الإقامة بل بعده إما ساعة يقول المؤذن"الله أكبر" أو عند قوله" قد قامت الصلاة" قبله بشىء وإن كان خارجًا منه فلا يقوموا حتى يروه فإذا رأوه مقبلاً إلى المحراب قاموا.ومقتضاه أن الإمام إذا دخل المسجد وقد شرع المؤذن فى الإقامة لايجلس فيه منتظرًا قول المؤذن"حى على الصلاة"أو"قد قامت الصلاة" بل يستمرذاهبًا إلى المصلى لأنه يبعد أن يؤمرالناس بالقيام لرؤية الإمام ويؤمرهوبالجلوس كلا،وأما ماقاله الفقهاء من كراهة السمود فمعناه انتظارالناس الإمام قياما قبل رؤيتهم إياه مقبلا إلى المحراب وهو معنى قول على:"مالى أريكم سامدين" يؤيده مارواه أبوداؤد عن كهمس بإسناد رجاله موثقون:

أنه قال:قمنا إلى الصلاة بمنىً والإمام لم يخرج فقعد بعضنا فقال لى شيخ من أهل الكوفة: ما يقعدك؟ قلتُ: ابن بريدة،قال هذا سمود،آه.(٢١٣/١)(٣)

(١) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد،باب التكبير:١٠٣/٢ (ح:٢٥٩٧)انيس
(٢) فتح البارى لابن حجر،باب لايقوم إلى الصلاة مستعجلاً:١٢٠/٢.انيس
(٣) سنن أبى داؤد،باب فى الصلاة تقام ولم يأت الإمام (ح:٥٤٣)انيس

فالسمود أن ينتظروا الإمام قيامًا قبل خروجه وقبل رؤيتهم إياه مقبلا عليهم.

وقال الحافظ الحجة ابن قدامة الحنبلي في المغني: ويستحب أن يقوم إلى الصلاة عند قول المؤذن "قد قامت الصلاة" وبهذا قال مالک، قال ابن المنذر علٰى هذا أهل الحرمين وقال الشافعي: يقوم إذا فرغ المؤذن من الإقامة وكان عمربن عبدالعزيز ومحمد بن كعب و سالم وأبو قلابة والزهرى وعطاء يقومون فى أول بدوة من الإقامة (قلت: وعليه العمل اليوم فى الديار و الأمصار بلا إنكار) وقال أبو حنيفة: يقوم إذا قال "حى على الصلاة" فإذا قال "قد قامت الصلاة" كبر و كان أصحاب عبد اللّٰه يكبرون إذا قال المؤذن "قد قامت الصلاة" وبه قال سويد بن غفلة و النخعي: ولا يستحب عندنا أن يكبر إلا بعد فراغه من الإقامة وهو قول الحسن ويحيى بن وثاب و إسحاق وأبى يوسف والشافعي وعليه جل الأئمة فى الأمصار... وإذا ثبت هذا فإنما يقوم المأمومون إذا كان الإمام فى المسجد أو قريباً منه وإن لم يكن فى مقامه فإن أقيمت والإمام فى غير المسجد ولم يعلموا قربه لم يقوموا لماروى أبو قتادة، قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "إذا أقيمت الصلاة فلا تقوموا حتٰى ترونى". متفق عليه وللبخارى "قد خرجت" (قلت: ليس لفظ قد خرجت عند البخارى بل هو عند مسلم وغيره فلعله من زلة القلم. منه) وخرج على رضى اللّٰه عنه والناس ينظرونه قياماً للصلاة فقال مالى أريكم سامدين، آه ملخصاً. (۱/ ۵۰۷-۵۰۸)(۱)

وقال فى الدر فى آداب الصلاة: (والقيام) لإمام ومؤتم (حين قيل "حى على الفلاح) خلافا لزفر، فعنده عند "حى على الصلاة". ابن كمال. (وفى بعض الروايات عكس هذا فعند الثلاثة عند "حى على الصلاة" وعند زفر عند "حىّ على الفلاح" والصحيح عن زفر أن يقوم عند "قد قامت الصلاة". منه) (۲) (إن كان الإمام بقرب المحراب وإلا) أى وإن لم يكن بقرب المحراب، بأن كان فى موضع آخر من المسجد أو خارجه ودخل من خلف. (ردالمحتار) (فيقوم كل صف ينتهى إليه الإمام على الأظهر) وإن دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه، آه. (۱/۴۹۹)(۳)

(۱) المغنى لابن قدامة، فصل يستحب أن يقوم إلى الصلاة عند قول المؤذن، الخ: ۱/ ۳۳۱. انيس

(۲) (وإذا قال) المؤذن ("حى على الصلاة" قام الإمام والجماعة) عند علمائنا الثلاثة للإجابة وقال الحسن وزفر: إذا قال: "قد قامت الصلاة" قاموا إلى الصف وإذا قال مرة ثانية كبروا والصحيح قول علمائنا الثلاثة وفى الوقاية ويقوم الإمام والقوم عند حى على الصلاة أى قبيله. (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، صفة الأذان: ۱/ ۷۸. انيس)

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، آخر باب صفة الصلوٰة، آداب الصلاة: ۱/ ۴۴۷. انيس

وقال محمد فی الأثار :أخبرنا أبو حنيفة عن طلحة بن مصرف عن إبراهيم أنه قال:

إذا قال المؤذن"حی علی الفلاح"فإنه ينبغی للقوم أن يقوموا فيصفوا، فإذا قال" قد قامت الصلاة" كبر الإمام ، قال محمد: وبه نأخذ وهوقول أبی حنيفة رحمه اللّٰه. وإن كف الإمام حتی يفرغ المؤذن من إقامته ثم كبرفلابأس أيضًا كل ذلک حسن، آه.(١)

قلت:وقول إبراهيم حجة عندنا لكونه لسان ابن مسعود و أصحابه وقد تقدم فی قول الحافظ ابن قدامة أن أصحاب عبد اللّٰه كانويكبرون عند قول المؤذن" قد قامت الصلاة" والظاهر أنهم أخذوا ذلک عن عبد اللّٰه رضی اللّٰه عنه وقد ظهر من قول محمد أنّ الشروع عند قوله"قد قامت الصلوٰة" ليس من الواجبات بل من الآداب فقط فلو شرع بعد الإقامة كان حسنًا أيضًا. قلت: وكذلک القيام عند قوله"حیّ علی الصلاة"من الآداب أيضًا كما يشعربه صنيع الفقهاء، فإنهم لم يذكروه فی السنن ولا فی الواجبات بل ذكروه فی الآداب فقط فلوقاموا عند بدو الإقامة فلا بأس به وكان ذلک حسنا، ولذا قال الطحطاوی فی حاشية الدرتحت(قوله والقيام لإمام ومؤتم حين قيل حیّ علی الفلاح)الخ مانصه:الظاهر أنه احترازعن التأخير لا التقديم حتی لوقام أول الإقامة لابأس وحرر،آه.(ج:١/ص:٣٣١)(٢)

ولكنه قال فی حاشيته علٰی مراقی الفلاح تحت قول الماتن ومن الآدب القيام (أی قيام القوم والإمام إن كان حاضرًا بقرب المحراب حين قيل أی وقت قول المقيم حی علی الفلاح لأنه أمر به فيجاب وإن لم يكن (الإمام)حاضرًا يقوم كل صف ينتهی إليه الإمام فی الأظهر آه مانصه.وإذا أخذ المؤذن فی الإقامة ودخل رجل المسجد فإنه يقعد ولاينتظرقائمًا فإنه مكروه كما فی المضمرات، قهستانی.ويفهم منه كراهة القيام ابتداء الإقامة والناس عنه غافلون،آه.(ص:١٦١)(٣)

ويمكن التطبيق بين قوليه أن قوله فی حاشية الدرمحمول علٰی ما إذا كان الإمام حاضرًا فی بدو الإقامة فلابأس بالقيام من ابتداء الإقامة وقوله فی حاشية المراقی محمول علٰی ما إذا لم يكن الإمام حاضرًا وقت الإقامة فلا ينبغی القيام إلا أن يأتی الإمام ويشعربه لفظ المضمرات ولا ينتظر قائما ومعناه فاللّٰه أعلم أن لاينتظر الإمام قائمًا فافهم.وأمّا حكم الإقامة لصلاة الجمعة

(١) موطأالإمام محمد،باب الأذان (ضمن رقم الحديث:٦٣)انيس

(٢) حاشية الطحطاوی علی الدر المختار، كتاب الصلاة.انيس

(٣) حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح،فصل من آدابها: ٢٧٧/١.انيس

فللمأمومين أن يقوموا عند قوله حيّ على الفلاح أوحيّ على الصلاة ولوقاموا عند بدو الإقامة فلا بأس به وذلک حسن أيضًا كمامر وللإمام ماذكره في الدر: ويؤذن ثانيا بين يديه أى الخطيب... إذا جلس على المنبرفإذا أتم أقيمت، آه. (١)

قال الشامي: (قوله أقيمت) بحيث يتصل أول الإقامة بآخر الخطبة وتنتهي الإقامة بقيام الخطيب في مقام الصلاة، آه. (ج: ١/ص: ٨٦٠)(٢)

ومفاده أن الخطيب يستمرقائما عند الإقامة ولايجلس منتظرًا قول المؤذن "حي على الصلاة" وهذا ظاهر وعليه العمل في ديار الإسلام. والله أعلم

خلاصہ ان تمام روایات کا یہ ہے کہ اگر امام وقت اقامت کے مسجد میں قریب محراب کے بیٹھا ہوا ہو، تو فقہاء حنفیہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ شروع تکبیر پر قیام نہ کریں، نہ امام نہ قوم بلکہ "**حي على الصلاة**" یا "**حي على الفلاح**" یا "**قد قامت الصلاة**" پر کھڑے ہوں (**على اختلاف الأقوال بين الأئمة وزفر كمامر**) اور اگر شروع اقامت ہی پر کھڑے ہو جائیں، تو یہ بھی بہتر ہے اور مباح ہے، اور بہت سے تابعین کا اس پر عمل تھا، پس اس کو مکروہ نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ کراہت پر کوئی دلیل نہیں اور بعض عبارات فقہیہ میں جو اس کو مکروہ لکھا ہے، اس کا محمل یہ ہے کہ اگر شروع اقامت میں امام حاضر نہ ہو تو اس کے انتظار میں قیام مکروہ ہے، اور اگر امام موجود ہو اور وہ شروع اقامت ہی پر کھڑا ہو گیا ہو تو مقتدیوں کو بھی کھڑا ہو جانا چاہئے، اور یہ مکروہ نہیں، نہ امام کے لئے نہ مقتدیوں کے لئے، گو اولیٰ یہ تھا کے سب کے سب "**حيّ على الصلاة**" پر کھڑے ہوتے۔

اور اگر امام وقت اقامت کے مسجد میں اور قرب محراب میں موجود نہ ہو، تو جب تک امام کو آتا ہوا نہ دیکھیں سب لوگ بیٹھیں رہیں، خواہ اقامت پوری ہی ہو جائے، غرض اس وقت امام کو بدون دیکھے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

وهو داخل في السمود وهو الذى نهى عنه النبي صلى الله عليه وسلم في حديث أبي قتادة إذا أقيمت الصلاة فلا تقوموا حتىٰ تروني.

اور اگر امام اقامت سے پہلے مصلّے پر پہنچ جائے تو اس صورت میں مقتدیوں کو اقامت شروع ہونے کے بعد "**حي على الصلاة**" یا "**قد قامت الصلاة**" پر کھڑا ہونا چاہئے، اور شروع اقامت پر کھڑے ہو جائیں، تو یہ بھی اچھا ہے، لیکن اقامت سے پہلے کھڑے نہ ہوں۔

اور بکر کا یہ فعل کہ وہ اقامت سے پہلے مصلّے پر پہنچ جاتا ہے پھر تکبیر شروع ہوتی ہے سنت کے موافق نہیں، حضور صلی

(۱-۲) الدر المختار مع ردالمحتار، باب الجمعة، مطلب في حكم المرقى بين يدى الخطيب: ١٦١/٢. انيس

اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب آپ حجرہ سے نکلتے بلال اسی وقت تکبیر شروع کر دیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ختمِ اقامت یا وسطِ اقامت میں مصلّے پر پہنچتے تھے، غرض اقامت شروع ہونے سے پہلے امام اور قوم دونوں کو مصلّے پر کھڑا نہ ہونا چاہئے کہ اس کا ثبوت فعل سلف اور آثار مرفوعہ وغیرہ سے نہیں ملتا۔

اور جمعہ کی نماز میں مقتدیوں کو تو "حیّ علی الصلاۃ" یا شروع اقامت پر کھڑا ہونا چاہئے، اور امام مؤذن کو یہ تعلیم کرے کہ وہ اقامت خطبہ ختم ہونے کے قریب اس طرح شروع کر دیا کرے کہ امام خطبہ ختم کر کے جب مصلّے پر پہنچے تو اقامت ختم ہو جائے، یہ مستحب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ امام کو خطبہ ختم کر کے بیٹھنا مستحب نہیں، اور اگر مؤذن ختمِ خطبہ سے پہلے اقامت شروع نہ کرے جب بھی اس وقت امام کے لئے جلوس ثابت نہیں بلکہ وہ کھڑا ہی رہے، خواہ منبر پر، اور ختم اقامت کے قریب مصلّے پر پہنچے، یا خطبہ ختم کر کے مصلّی پر ہی کھڑا ہو جائے، یہاں تک سائل کے سوال اول ودوم وسوم کا جواب ہو گیا، چوتھے مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ زید کا یہ فعل کہ وہ مقتدیوں کو شروع تکبیر پر کھڑے ہونے سے منع کرتا اور بٹھلاتا ہے تشدّد غیر مرضی اور غلو فی الدین ہے، کیونکہ "حیّ علی الفلاح" پر کھڑا ہونا محض ادب ہے، اور شروع اقامت پر کھڑا ہونا بھی سلف سے ثابت ہے، اس سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

پانچویں مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ میں قیام علی "حیّ علی الصلاۃ" کو امام کے ساتھ خاص کرنا نصوصِ فقہیہ کے خلاف ہے، بلکہ یہ حکم سب کے لئے ہے، یہ اور بات ہے کہ یہ حکم سنت ہے یا محض ادب، سو عبارات فقہا میں اس کی تصریح ہے کہ محض ادب ہے، اور شروع اقامت سے ہی سب کھڑے ہو جائیں تو جائز ہے اور یہ بھی حسن ہے، مگر خواہ شروع اقامت پر کھڑے ہونے کا حکم ہو یا "حیّ علی الصلاۃ" پر، دونوں حکم امام اور مقتدی سب کے لئے ہیں، پس فتاویٰ رضویہ کی یہ تقیید وتخصیص صحیح نہیں اور اس کا قول بلا دلیل قابلِ تسلیم نہیں۔ واللہ اعلم

۲۳ محرم ۱۳۴۶ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/۳۵-۴۵) ☆

☆ اقامت کے وقت امام اور مقتدیوں کو کب کھڑا ہونا چاہئے:

سوال: امام اور مقتدیوں کو اقامت شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا چاہئے یا درمیان میں صورت ثانی میں درمیان میں کس لفظ پر کھڑا ہونا چاہئے، اسی طرح امام کو تکبیر تحریمہ درمیان اقامت میں کہنی چاہئے، یا اقامت ختم ہونے کے بعد، بینوا توجروا؟

الجواب

اگر امام شروع اقامت کے وقت محراب کے قریب یا مسجد میں موجود ہو تو امام اور مقتدی دونوں کو "حی علی الفلاح" پر کھڑا ہونا مستحب ہے اور بعض کے نزدیک "حی علی الصلاۃ" پر کھڑا ہونا مستحب ہے، ابتداء اقامت ہی سے کھڑا ہو جانا جیسا کہ آجکل رائج ہے، مکروہ ہے، لیکن اگر امام اقامت سے پہلے محراب پر پہنچ جائے، تو مقتدیوں کو کھڑا ہو جانا چاہئے، گو اس صورت میں امام نے خلاف اولیٰ کا ارتکاب کیا، مگر امام کے کھڑے ہو جانے کے بعد مقتدیوں کو نہ بیٹھنا چاہئے، ==

== پس ابتداء اقامت سے مقتدیوں کا کھڑا ہونا اس وقت مکروہ ہے جب کہ امام بوقت اقامت موجود نہ ہو، اور تکبیر تحریمہ شروع کرنا "قد قامت الصلاۃ" پر مستحب ہے، اقامت کہنے والا اقامت پوری کردے اور امام درمیان میں "قد قامت الصلاۃ" پر تحریمہ باندھ لے، اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ امام ختم اقامت ہونے کے بعد تحریمہ شروع کرے اور بعض فقہا نے اسی قول کو اعدل المذاہب اور اصح قرار دیا ہے، مگر حدیث سے امام صاحب کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

قال في نور الإيضاح: ومن الأدب القيام أي قيام القوم والإمام إن كان حاضرًا بقرب المحراب حين قيل أي وقت قول المقيم "حي على الفلاح".

(وقال الحسن وزفر عند "حي على الصلاة" كما في سكب الأنهر عن ابن الكمال، آه. لأنه أمر به فيجاب وإن لم يكن ظاهرًا يقوم كل صف حين ينتهي إليه الإمام في الأظهر (فكلما جاوز صفًا قام ذلك الصف، آه، وإن دخل من قدامهم قاموا حين رأوه، آه. (الطحطاوي)

ومن الأدب شروع الإمام أي إحرامه مذ قيل أي عند قول المقيم "قد قامت الصلاة" عندهما وقال أبو يوسف: يشرع إذا فرغ من الإقامة (أي بدون فصل وبه قالت الأئمة الثلاثة وهو أعدل المذاهب شرح المجمع وهو الأصح، قهستاني عن الخلاصة وهو الحق، نهر، آه. (الطحطاوي)

قلت: وفي مجمع الزوائد (١٨٢/١) عن عبد الله بن أبي أوفٰى قال: كان بلال إذا قال "قد قامت الصلوٰة" نهض رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير، رواه البزار. وفيه الحجاج بن فروخ وهو ضعيف، آه. قلت: ذكره ابن حبان في الثقات كذا في اللسان. (١٧٩/١) وقوله نهض بالتكبير معناه قام متلبسا به.

وقال الطحطاوي: وإذا أخذ المؤذن في الإقامة ودخل رجل المسجد فإنه يقعد ولا ينتظر قائمًا فإنه مكروه (قهستاني) ويفهم منه كراهة القيام ابتداء الإقامة والناس عنه غافلون، آه. قلت: وهو محمول علىٰ ما إذا لم يقم الإمام عند ابتداء الإقامة وإلا فيقوم القوم عند قيام الإمام لقوله صلى الله عليه وسلم: لا تقوموا حتى تروني آه، علق قيامهم علىٰ رؤية الإمام فعلىٰ قيامه بالأولىٰ. والله أعلم

۷/ جمادی الثانیہ ۱۳۴۰ھ۔ (امداد الاحکام: ۸۳/۲-۸۴)

اقامت کے وقت امام اور مقتدی کب کھڑے ہوں:

سوال: ان امصار وبلاد میں یہ قاعدہ ہے کہ جب نماز کے واسطے اقامت شروع ہوتی ہے امام اپنے مصلی پر اور تمام مقتدی صف میں اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس جگہ جامع مسجد سکندرآباد میں بھی ہمیشہ سے اسی طرح سے کھڑے ہوتے ہیں، حالانکہ شرح وقایہ جلد اول مطبع مجتبائی صفحہ: ۱۰۵ پر ہے:

ويقوم الإمام والقوم عند "حي على الصلاة"

اور اس کے حاشیہ پر ہے:

وفيه إشارة إلىٰ أنه رجل إذا دخل المسجد يكره له انتظار الصلاة قائما بل يجلس بموضع ثم يقوم عند "حي على الفلاح" وبه صرح في جامع المضمرات. جامع المضمرات کے حوالے سے شروع میں کھڑے ہونے کو مکروہ لکھا ہے۔ ==

== فتاویٰ عالمگیری صفحہ۴۴ جلداول مطبع نولکشور میں ہے:

إن كان المؤذن غير الإمام و كان القوم مع الإمام فإنه يقوم الإمام و القوم إذا قال المؤذن "حي على الفلاح" عند علمائنا الثلاثة و هو الصحيح. (عالمگیری میں بالاتفاق اسی کو صحیح لکھا ہے)

غایۃ الاوطار جلداول مطبع نولکشور ص۲۲۱ میں ہے:

(و القيام) للإمام و المؤتم (حين قيل "حي على الفلاح") خلافاً لزفر، فعنده حين "حيّ على الصلاة"، ابن كمال.

شامی کا بھی حوالہ دیا ہے کہ اس میں بھی یہی طریقہ صحیح لکھا ہے، ان کتابوں میں یہ مسئلہ دیکھا کہ شروع میں کھڑا ہونے کو مکروہ لکھا ہے، اور عند "حي على الفلاح" یا "حي على الصلاة" کو مستحب واحسن لکھا ہے، طریقۂ قدیم کو چھوڑ دیا اور مقتدیوں کو بتلا دیا کہ اس طریقہ کو مستحب لکھا ہے واجب فرض نہیں، پنجوقتہ نماز میں قریب بیس پچیس آدمی سب اس کے عادی ہوگئے کہ پہلے سے ایک صف میں برابر اٹھ جاتے ہیں اور وقت "حي على الصلاة" کے کھڑے ہوجاتے ہیں، صف بھی سیدھی ہوتی ہے، جمعہ کے روز زیادہ آدمی ہوتے ہیں، بیٹھنے میں ٹھیک انتظام نہیں ہوتا، اگر جمعہ کے روز اس مستحب طریقہ پر عمل کیا جاوے تو جماعت سیدھی نہ ہوگی، اور جماعت کے سیدھی کرنے کا زیادہ اہتمام ہے، اور یہ فعل مستحب ہے، اس روز شروع سے کھڑے ہوکر جماعت سیدھی کر لیتے ہیں، عرصہ چار یا پانچ ماہ سے یہ عمل جاری ہے، اب کوئی باہر کے عالم آتے ہیں تو اس طریقہ کو بدعت و مکروہ بتلاتے ہیں، اب عرض یہ ہے کہ اگر یہ فعل متصل "حي على الصلاة" یا "حي على الفلاح" پر کھڑا ہونا بدعت یا مکروہ ہو تو اس کو چھوڑ کر اسی طریقہ پر عمل کریں یعنی شروع سے کھڑے ہوجایا کریں، مگر برائے مہربانی بحوالۂ کتب حنفی ارشاد ہو کہ شروع سے کھڑا ہونا مستحب ہے، حوالہ کتب ضرور ہو جو آجکل رسم و رواج ہے کہ شروع سے کھڑے ہوجاتے ہیں اس کو دخل نہ ہو، بلکہ بحوالۂ کتب ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب

في الحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم: "لا تقوموا حتى تروني".

اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام کو مسجد میں آتا ہوا دیکھنے سے پہلے مقتدیوں کا کھڑا ہونا ممنوع ہے اور یہی سمود ہے جس کو فقہا نے انتظار قائمًا سے بیان فرمایا ہے اور امام جب مسجد میں آجائے اور مصلی پر پہنچ جائے تو اس وقت مقتدیوں کو کھڑا ہوجانا جائز ہے، خواہ مکبر نے تکبیر نہ کہی ہو، یا حي على الفلاح پر نہ پہنچا ہو حي على الفلاح پر کھڑا ہونا اس وقت مستحب ہے جبکہ امام بھی حي على الفلاح ہی پر کھڑا ہو، اور اگر وہ شروع تکبیر پر کھڑا ہو جائے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ جس صف کے سامنے سے امام گذرے وہ کھڑے ہوجائیں، اور جب مصلے پر پہنچ جائے تو سب کھڑے ہوجائیں۔

قال في الدر المختار: في آداب الصلاة: (و القيام) لإمام و مؤتم (حين قيل "حي على الفلاح") خلافاً لزفر، فعنده عند "حي على الصلاة" ابن كمال. إن كان الإمام بقرب المحراب و إلا (أي و إن لم يكن بقرب المحراب بأن كان في موضع آخر من المسجد أو خارجه و دخل من خلف، ح. (ردالمحتار) فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر و إن دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه، آه. (١/٤٩٩) (آخر باب صفة الصلاة)

اس سے معلوم ہوا کہ "حي على الفلاح" پر کھڑا ہونے کا استحباب ہر صورت میں نہیں بلکہ اس وقت ہے، ==

== جب کہ امام مصلے پر کھڑا نہ ہو، بلکہ محراب کے قریب بیٹھا ہو، اور اگر وہ محراب کے قریب بیٹھا نہ ہو بلکہ مسجد کے کسی اور حصہ میں ہو یا مسجد سے باہر ہو تو جس وقت وہ کھڑا ہوکر صفوف کے سامنے گذرے یہ صفوف والے اس کو دیکھ کر کھڑے ہوجائیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ومقتدی کا "حي علی الفلاح" پر کھڑا ہونا آداب میں سے ہے واجبات وسنن میں سے نہیں، پس "حي علی الفلاح" پر کھڑا ہونا بدعت نہیں، اور اس سے پہلے بھی کھڑا ہونا بدعت نہیں، اگر امام کو مصلی کی طرف آتا ہوا دیکھ لیا جائے، البتہ اگر امام مصلی کی طرف نہ آتا ہو بلکہ بیٹھا ہوا ہو یا مسجد سے باہر کسی کام میں ہو، تو اس صورت میں مقتدیوں کو "حي علی الفلاح" سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ **لکونہ داخلاً في السمود وهو الانتظار قائمًا. واللّٰہ أعلم**

١٣/رجب ١٣٤٥ھ۔ (امداد الاحکام: ٢/٨٥-٨٧)

اقامت کے وقت امام اور مقتدی کب کھڑے ہوں:

سوال: زید مدعی ہے کہ مصلین کو "**حي علی الصلاة**" پر اور امام کو "**قد قامت الصلاة** پر...... قیام کرنے کی کوئی دلیل نہیں، عاجز نے مظاہر حق دکھائی تو کہا اس کے علاوہ اور دلیل لاؤ، تو تسلیم کروں گا، دلیل مظاہر بلا حوالہ کتب ہے، حدیث وفقہ کے دلائل بیان فرمایئے؟

الجواب

عن عبد اللّٰہ بن أبي أوفٰی قال: کان بلال إذا قال" قد قامت الصلاة" نهض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بالتکبیر. رواہ البزار ضعفه الهیثمي وذکره ابن حبان في الثقات. (مجمع الزوائد، ج: ١/ص: ١٨٢) ولسان: ١٧٩/٢)

اس مرفوع حدیث سے معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "**قد قامت الصلاة**" پر تکبیر شروع فرمادیا کرتے تھے، اور مقتدیوں کو امام کی تکبیر سے پہلے صف درست کرنے کے لئے اٹھنا چاہئے، تو حنفیہ کا قول ثابت ہوگیا۔

١٢/رمضان ١٣٤٨ھ۔ (امداد الاحکام: ٢/٨٧)

امام ومقتدی کب کھڑے ہوں:

سوال: امام ومقتدی نماز سے پہلے اپنی جگہ پر صف میں بیٹھے رہیں اور مکبر اقامت میں **حي علی الصلوٰة** کہے تب امام ومقتدی کھڑے ہوجائیں اور نماز کی نیت کرلیں، یہ مسئلہ مفتاح الجنۃ اردو مصنفہ جناب مولوی کرامت علی صاحب جونپوری مطبوعہ مطبع احمدی واقع شاہ باغ صفحہ ٣٨ و٤٩ میں تحریر ہے، حالانکہ اس وقت تک محققین علماء کرام کا جو احناف میں سے ہیں اس پر عمل ہے، کہ شروع اقامت کے وقت امام ومقتدی کھڑے ہوکر صفوف کو ترتیب دیتے ہیں، اور کلمۂ **قد قامت الصلاة** پر امام ومقتدی نماز کی نیت کرتے ہیں، ایک امام مسجد جو علم عربی سے بالکل ناواقف ہیں، اس مسئلہ کو کتاب مذکور میں دیکھ کر خود بھی اقامت شروع ہونے سے پیشتر اپنی جگہ پر جاکر بیٹھ جاتے ہیں اور مقتدیوں کو بھی اپنی جگہ پر بیٹھنے کو مجبور کرتے ہیں، اس سے فتنہ وفساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، کیا کتب حنفیہ اور احادیث صحیحہ سے امام اور مقتدیوں کا اقامت کے وقت بیٹھا رہنا ثابت ہے؟ اور اگر کتبِ حنفیہ اور احادیثِ صحیحہ سے اس کا ثبوت ہے تو علماءِ احناف کا عمل اس کے خلاف کیوں ہے؟ اور ہمیں کس مسئلہ پر عمل کرنا چاہئے؟ جواب بدلائل مرحمت فرمایا جاوے؟

الجواب

شروع اقامت سے کھڑے ہوجانے کا جو معمول ہے وہی بہتر ہے اس کو بدلنے کی ضرورت نہیں، ==

== اور یہ مسئلہ جو مفتاح الجنۃ میں ہے کتب فقہ میں بھی اس کی اصل مذکور ہے، لیکن اول تو اس میں فقہا نے تفصیل لکھی ہے، نا معلوم مفتاح الجنۃ میں وہ تفصیل بھی لی ہے یا نہیں، تفصیل یہ ہے کہ اگر امام وقت جماعت سے پیشتر ہی مصلی کے قریب بیٹھا ہوا ہے، تب توحی علی الفلاح (بعض ''حی علی الصلاۃ'' لکھتے ہیں، واللہ اعلم۔منہ) کہتے ہی سب کھڑے ہو جاویں، اور اگر امام جماعت کے وقت پر خارج مسجد سے آیا ہے تو جس صف سے امام گذرتا جاوے وہ صف کھڑی ہوتی جاوے، اور اگر امام صفوف کے سامنے (مثلاً حجرہ میں دریچہ ہوا مام اس دریچہ سے آوے۔منہ) سے داخل ہوا ہو تو سب صفوف امام کو دیکھتے ہی کھڑی ہو جاویں، یہ تین صورتیں تو درمختار عالمگیری وغیرہ میں مصرح ہیں، اور ایک چوتھی صورت یہ ہے کہ امام مسجد میں تو پہلے سے موجود ہے، لیکن محراب سے فاصلہ پر ہے، سو اس صورت کا حکم بھی تفصیل بالا سے معلوم ہو گیا، کہ جن صفوں سے امام آگے ہے وہ صفیں امام کے اٹھتے ہی سب کھڑی ہو جاویں اور جو صفوف امام سے آگے بیٹھی ہیں ان میں جس صف سے امام بڑھتا جاوے وہ کھڑی ہوتی جاوے، اس چوتھی صورت کو علامہ شامی نے درمختار ہی کی عبارت سے مستنبط فرمایا ہے۔ درمختار کی عبارت یہ ہے:

(والقيام)لإمام ومؤتم(حين قيل حي على الفلاح)...(إن كا ن الإمام بقرب المحراب وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر)وإن دخل من قد ام قاموا حين يقع بصرهم عليه.

اورشامی نے **وإلا فيقوم** کے تحت لکھا ہے:

أى وإن لم يكن الإمام بقرب المحراب بأن كان في موضع آخرمن المسجد أوخارجه ودخل من خلف، ح.(١/ ٥٠٠)(الدر المختارمع رد المحتار، كتاب الصلاة ،آداب الصلاة،قبيل الفصل: ١/ ٤٧٩،انيس)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم ہر حال میں نہیں ہے، بلکہ چار صورتوں میں سے صرف ایک صورت میں ہے، و نیز یہ کسی نے نہیں کہا کہ امام صاحب ضرور خواہ مخواہ جا کر بیٹھا کریں، بلکہ اس مسئلہ کا منشا صرف یہ ہے کہ اگر اتفاقاً پیشتر سے امام محراب کے قریب بیٹھا ہو تو یہ حکم ہے، پس ان امام صاحب نے اس کا اہتمام جو شروع کیا ہے یہ ان کی زیادتی ہے، ایسا اہتمام ہرگز نہ چاہئے، دوسرے یہ کہ یہ سب آداب میں سے ہیں، اور ادب وہ ہے جو اکمال سنت کے واسطے مشروع ہوا ہو اور اس کے ترک پر ملامت و عتاب نہیں ہو سکتا، اگر کوئی کرے، تو بہتر ہے ورنہ کچھ حرج نہیں ہے۔ **كما صرح به في الدرالمختار وغيره من كتب الفقه.** پس مقتدیوں کو مجبور کرنا بالکل بے جا ہے۔

تیسرے یہ بات غور طلب ہے کہ **حي على الفلاح** کے وقت کھڑے ہونے کا جو آداب میں شمار کیا ہے، تو اس کا مقابل کیا ہے؟ عام طور پر لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ **حي على الفلاح** سے پہلے کھڑا ہونا (مؤلف مفتاح الجنۃ نے یہی سمجھ کر اپنی طرف سے بڑھا دیا کہ امام و مقتدی سب اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں، ورنہ کتب فقہ میں اس جملہ کا کہیں پتہ نہیں۔منہ) خلاف اولیٰ ہے، حالانکہ یہ بھی تو کہا جا سکتا ہے کہ اس کے بعد بیٹھا رہنا خلاف اَولیٰ ہے، کیونکہ اقامت کے بعد فوراً نماز شروع کر دینا مستحب ہے، اس واسطے اس کے ختم ہونے سے پیشتر کھڑا ہونا آداب میں رکھا گیا تاکہ اس سنت مستحبہ کی تکمیل ہو جاوے، پس اس بنا پر اگر اقامت کے شروع ہی سے کھڑے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہ ہوگا، اور یہ جو احقر نے کہا ہے کہ قیام عند الحیعلہ کو اولیٰ کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے پیشتر قیام خلاف اولیٰ ہو بلکہ حیعلہ کے بعد جلوس کو خلاف اولیٰ کہنا چاہئے، اس کی طرف مراقی الفلاح کے قول میں اشارہ ہے، کیونکہ اس میں یہ دلیل لکھی ہے، **لأنه أمر به فيجاب** ، اس سے معلوم ہوا کہ اصل مقصود امر کی طرف مبادرت ہے، **كما صرح به الطحطاوى بقوله فيبادر إليها بالقيام.** ==

امام اور مقتدیوں کا شروع اقامت میں کھڑا ہونا:

سوال: مقتدی اور امام کے لئے "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہو جانا اور "قد قامت الصلاۃ" پر تحریمہ باندھ لینا ہر وقت مستحب اور ضروری ہے، یا کسی تعذر مثلاً صف بندی کی درستگی کی بنا پر ضروری اور مستحب نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۵۵۱، محمد حبیب حسین (بہار) ۱۹ / ربیع الثانی ۱۳۵٦ھ، م ۲۹ / جون ۱۹۳۷ء

الجواب

مقتدی اور امام "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہو جائیں، یعنی اس کے بعد بیٹھے نہ رہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے کھڑے نہ ہوں، اگر صف بندی کرنی ہو تو پہلے سے (یعنی شروع اقامت سے) کھڑا ہو جانا بہتر ہے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۵۳/۳)

== اور ظاہر ہے کہ مبادرت کا مقابل دیر لگانا ہے، بعد امر کے نہ کہ امر سے قبل مستعد ہونا، پس واضح ہو گیا کہ ہمارا معمول ہرگز خلاف اولیٰ نہیں ہے، بلکہ ہم بدرجہ اولیٰ اس حکم مبادرت الی القیام پر عامل ہیں، و نیز جتنا جلدی کھڑے ہوں گے، اسی قدر اہتمام ہوگا تسویہ صفوف کا، پس اس کی کوئی وجہ نہیں کہ قیام قبل الحیعلہ کو خلاف اولیٰ کہا جاوے، اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ شرح مراقی الفلاح میں تصریح ہے:

وإذا أخذ المؤذن في الإقامة ودخل رجل المسجد فإنه يقعد ولا ينتظر قائما فإنه مكروه كما في المضمرات (القهستاني) ويفهم منه كراهة القيام ابتداء الإقامة والناس عنه غافلون، آه.

سو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ جزئیہ اگر تسلیم کیا جاوے تو مخصوص ہوگا اس صورت کے ساتھ جب کہ امام اور قوم بیٹھی ہو کہ اس وقت آنے والے کو سب کی موافقت کرنی چاہئے خلاف کرنا کراہت سے خالی نہیں، پس يفهم منه سے جو تفریع کی گئی ہے وہ مخدوش ہے۔ (هذا ما عندي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم)

اور دوسرا جز جو سوال میں ضمناً مذکور ہے کہ کلمہ "قد قامت الصلاۃ" پر امام و مقتدی نماز کی نیت کرتے ہیں، ہمارے اکابر کا اس پر بھی عمل نہیں ہے، بلکہ اقامت پوری ہونے کے بعد نماز شروع کرتے ہیں اور اسی کو بہتر سمجھتے ہیں، کیونکہ اس طرح مؤذن تکبیر تحریمہ میں شامل ہو جاتا ہے اور اقامت کا جواب دینا جو مستحب ہے، اس کا بھی موقع امام اور مقتدی سب کو ملتا ہے، اور طحطاوی نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

لأنه قال تحت قول الشرنبلالية: (و) من الأدب (شروع الإمام) إلى إحرامه (مذ قيل) أي عند قول المقيم (قد قامت الصلاة) عندهما وقال أبو يوسف: يشرع إذا فرغ من الإقامة الخ أي بدون فصل وبه قالت الأئمة الثلاثة وهو أعدل المذاهب (شرح المجمع) وهو الأصح (القهستاني عن الخلاصة) وهو الحق (نهر) (ص: ١٦٢) فقط والله أعلم بالصواب

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ، ۲۸ / جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ۔ (امداد الاحکام: ۸۷/۲-۹۰)

(۱) فذهب مالك وجمهور العلماء إلى أنه ليس لقيامهم حد ولكن استحب عامتهم القيام إذا أخذ المؤذن في الإقامة. (عمدة القاري، باب متى يقوم الناس: ١٥٣/٥، ط: بيروت)

وقال الطحطاوي تحت قوله: والقيام لإمام ومؤتم: "والظاهر أنه احترازعن التأخير لا التقديم، حتى لو قام أول الإقامة لا بأس به". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب صفة الصلاة: ٢١٥/١، ط: دار المعرفة، بيروت، لبنان)

نماز پڑھانے کے لیے امام کو آتا ہوا دیکھ کر، فوراً کھڑے ہو جانے کا فائدہ:

سوال: شرح وقایہ میں ہے کہ ''حی علی الفلاح'' پر نماز کے لیے کھڑا ہونا، یہ ٹھیک ہے، یا پہلے ہی کھڑا ہونا ٹھیک ہے، کیسے ہم عمل کریں؟

الجواب ــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

درمختار اور فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ جب امام نماز پڑھانے کے لیے آتا ہوا نظر آجائے، تو فوراً سب لوگ کھڑے ہو جائیں، اس سے فائدہ بھی ہوتا ہے کہ صفیں سیدھی ہو کر امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ بھی فوت نہیں ہوتی اور یہی طریقہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی تھا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند۔۲۷/۱۰/۱۴۰۹ھ۔

الجواب صحیح حبیب الرحمٰن خیرآبادی، مفتی دارالعلوم دیوبند۔(نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول:۱۱۰)

امام و مؤذن کب کھڑے ہوں:

سوال: قصبہ سکندر پور کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے وقت نورالہدیٰ صاحب مڈل پاس نے بیان کیا کہ جب خطیب خطبہ پڑھ چکے تو امام اور مقتدی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں، تنہا مکبر کھڑا ہو کر تکبیر کہے اور جب پہلی **حی علی الصلاۃ** پکارے تو امام مصلّی پر اور مقتدی صف بندی کر کے کھڑے ہو جائیں، جب **قد قامت الصلاۃ** کہے امام نیت باندھے یہ طریقہ مسنون ہے، سنا گیا ہے کہ اس طریقہ کو امام مدنی جامع مسجد کلکتہ نے تھوڑے دنوں سے رائج فرمایا ہے چونکہ یہ طریقہ بالکل نیا ہے، اس لئے مسلمانان سکندر پور آنحضرت سے استفسار کرتے ہیں کہ اس مسئلہ میں فتویٰ صادر فرماویں کہ یہ قابل عمل ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

طریقہ مسنون یہی ہے کہ مؤذن جب **حی علی الصلاۃ** کہے تب امام و مقتدی صف بصف کھڑے ہوں اور **قد قامت الصلاۃ** کے وقت نماز شروع کر دے۔ شرح وقایہ میں ہے:

''**ویقوم الإمام والقوم عند حی علی الصلاۃ ویشرع عند قد قامت الصلاۃ**''.(باب الأذان:۱/۱۵۵)

مگر واضح رہے کہ جماعت بڑی ہو اور صف بندی **حی علی الصلوٰۃ** پر کھڑے ہوتے ہی نہ ہو سکتی ہو تب ضروری ہے کہ سب لوگ کھڑے ہو کر پہلے صف درست کر لیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستی صفوف کی بے حد تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:''**سووا صفوفکم**''.

(۱) تفصیل کے لیے دیکھئے! رد المحتار، کتاب الصلاۃ، آداب الصلاۃ، آخر باب صفة الصلاۃ، قبیل الفصل: ۱/۴۷۹، حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، باب صفة الصلاۃ: ۱/۲۱۵، ط: دار المعرفة، بیروت، لبنان. انیس

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل برابر اسی طرح رہا ہے کہ پہلے چند شخص کو صف درست کرنے پر مقرر فرماتے جب ساری صفیں درست ہوجاتی تھیں، تب نماز شروع ہوتی۔

إن عمر بن الخطاب كان يأمر رجالاً بتسوية الصفوف فإذا جاء وه فأخبروه أن قد استويت كبر. (١)

"أن عثمان بن عفان كان يقول في خطبته: إذا قامت الصلاة فاعدلوا الصفوف، وحاذوا بالمناكب، فإن اعتدال الصفوف من تمام الصلاة ثم لايكبر حتى يأتيه رجال قد وكلهم بتسوية الصفوف فيخبرونه أن قد استوت فيكبر. (٢)

پس ظاہر ہے کہ "**حي على الصلاة**" پر کھڑے ہونا اور" **قد قامت الصلاة**" پر شروع کرنا فعل مسنون ہے اور اگر صف کی درستی اتنی جلدی نہ ہوسکے تب بلا صف درست کئے نماز شروع کرنا خلاف سنت ہے کیوں کہ صحابہ چند شخصوں کو مقرر کرتے تھے کہ صفوں کو سیدھا اور درست کریں اور مونڈھے سے مونڈھا ملائیں جب وہ اشخاص خبر دیتے کہ صف درست ہوگئی، تب نماز شروع کرتے اس سے معلوم ہوا کہ درستی صف صحابہ کے نزدیک "**حي على الصلاة**" کے وقت کھڑے ہونے سے زیادہ اہم تھی۔ **فافهم ولاتكن من الغافلين فإن هذا من أهم المسائل، فقط والله تعالىٰ أعلم**

حررہ محمد حفیظ الحسن۔ ۲۷ / صفر ۱۳۴۴ھ / الجواب صواب: محمد عثمان غنی۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/ ۳۴۱-۳۴۲)

" لاتقوموا حتىٰ تروني" کا مطلب:

سوال: تکبیر بیٹھ کر سننا چاہیے یعنی "**حي على الصلاة**" پر کھڑا ہونا چاہیے یا کہ پہلے ہی سے کھڑا رہا جائے؟ **"لاتقوموا حتىٰ تروني"** کا کیا مطلب ہے؟

(١) موطأ الإمام مالك، ت: الأعظمي، ماجاء في تسوية الصفوف (ح: ٥٤٢) انيس

(٢) موطأ الإمام مالك، ت: الأعظمي، ماجاء في الإنصات يوم الجمعة والإمام يخطب (ح: ٣٤٥) انيس

على الإمام أن يأمر بتسوية الصفوف، ويشرف بنفسه، أو بأحد أعوانه علىٰ تسويتها، ولايبدأ بالصلاة حتى تسوى، أما أمره بتسوية الصفوف فقد قال علقمة: كنا نصلي مع عمر فقول: سووا صفوفكم لتلتقي مناكبكم لايتخللكم الشيطان كأنها بنات حذف، (عبدالرزاق، باب الصفوف (ح: ٢٤٣٣) ٤٦/٢، آثار أبي يوسف. ١٥٩)

أما مباشرته تسوية الصفوف بنفسه فعن أبي عثمان النهدي قال: مارأيت أحدًا كان أشد تعاهدًا للصف من عمر، إن كان يستقبل القبلة حتى قلنا قد كبر، التفت فنظر إلى المناكب والأقدام، وإنه كان يبعث رجالا يطردون الناس حتى يلحقوهم بالصفوف. (مصنف ابن أبي شيبة، ماقالوا في إقامة الصف (ح: ٣٥٣٧) ٥٤١/١، سنن البيهقي: ١١٣/٣)

وقال: كان عمر يأمر بتسوية الصفوف ويقول: تقدم يافلا ن... تقدم يافلا ن. (كنزل العمال: ٢٢٩٩٣)

أمااستعانته ببعض أعوانه لإقامة الصفوف، فعن نافع مولى ابن عمر قال: كان عمر يبعث رجلا يقوم الصف ثم لايكبر حتى يأتيه فيخبره أن الصفوف قد اعتدلت. (مصنف عبدالرزاق، باب الصفوف (ح: ٢٤٣٧) ٤٧/٢، موطأ الإمام مالك، ت: الأعظمي، باب ماجاء في الإنصات يوم الجمعة والإمام يخطب (ح: ٨): ١٥٨/١، عن عثمان بن عفان/ المحلى: ٥٨/٤-١١٥) (موسوعة فقه عمر بن الخطاب عصره وحياته، ص: ٥٧٣) (موطأ الإمام محمد، باب تسوية الصفوف، ص: ٨٨)

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جولوگ جماعت سے قبل آکر انتظار میں بیٹھے ہوئے ہوں، اور تکبیر شروع ہوجائے تو "**حی علی الفلاح**" سے بھی تاخیر، کھڑے ہونے میں نہ کرنی چاہیے، اگر پہلے کھڑے نہ ہوئے ہوں، تو "**حی علی الفلاح**" تک کھڑے ہوجاویں۔ اور بہتر یہ ہے کہ جب امام مصلیٰ پر چلے اور لوگ دیکھیں، تو کھڑے ہوجاویں اور صفیں سیدھی کرلیں۔ "**لا تقوموا حتیٰ ترونی**" کا بھی یہی مطلب ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند۔۱۲/۱۲/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول:۱۱۲)

اقامت کے وقت مقتدی کب کھڑے ہوں:

سوال(۱) مؤذن یا مکبر جب نماز کے لئے اقامت کہے تو امام اور مقتدیوں کو کس وقت کھڑا ہونا چاہئے ایا ابتداء اقامت یعنی "**اللّٰه أكبر**" کے وقت ہی یا "**أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه**" یا "**حی علی الفلاح**" کہنے کے وقت، اولیٰ افضل اور مسنون طریقہ کیا ہے؟ احادیث شریفہ اور مستند فقہی حوالہ جات کے ساتھ جواب مرحمت فرمایا جائے؟

(۲) جن حضرات کا کہنا ہے کہ ابتداء اقامت کے بجائے "**أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه**" یا "**حی علی الفلاح**" کے وقت کھڑا ہونا ہی مسنون اور افضل ہے، اس کے خلاف ناجائز، مکروہ اور غلط ہے، تو ان کا یہ قول صحیح ہے یا غلط؟ نیز ان کا یہ عمل کہ قبل سے مستقل بیٹھے رہیں اور خاص کر "**أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه**" کے وقت کھڑے ہوجائیں، درست ہے یا نادرست؟

(۳) اس بارے میں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، جمہور صحابۂ کرام، تابعین عظام، چاروں ائمہ اور بزرگان دین کا معمول کیا رہا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ابتداء اقامت سے کھڑا ہونا بھی جائز و درست ہے، اس کو ناجائز، مکروہ اور بے بنیاد کہنا کتاب وسنت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ احادیث اور آثار صحابہ سے ابتداء اقامت سے کھڑے ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱) قال عياض: يجمع بين مختلف هذه الأحاديث بأن بلالاً رضي الله عنه كان يراقب خروج النبي صلى الله عليه وسلم من حيث لايراه غيره إلا القليل فعند أول خروجه يقيم ولايقيم الناس حتى يروه ثم لايقوم مقامه حتى يعدلوا الصفوف وقوله في رواية أبي هريرة فيأخذ الناس مصافهم قبل خروجه لعله كان مرة أومرتين ونحوهما لبيان الجواز أو لعذر ولعل قوله فلاتقوموا حتى تروني كان بعد ذلك، قال العلماء: والنهي عن القيام قبل أن يروه لئلا يطول عليهم القيام ولأنه قد يعرض عارض فيتأخر بسببه. (بذل المجهود في حل أبي داؤد، باب في الصلاة تقام ولم يأت الإمام: ۱۷۲/۲ . انيس)

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

عن ابن جريج قال: أخبرني ابن شهاب أن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن: الله أكبر، الله أكبر، يقوم الناس إلى الصلاة فلا يأتي النبي صلى الله عليه وسلم مقامه حتى يعدل الصفوف". (مصنف عبد الرزاق، **باب قيام الناس عندالإقامة** (ح:١٩٤٢): ١/٥٠٧)

(ابن شہاب سے مروی ہے کہ جس وقت مؤذن "الله أكبر، الله أكبر" کہتا تو لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے اور حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے تک صفیں درست ہوجاتی تھیں)۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے:

عن أبي هريرة يقول: أقيمت الصلاة فقمنا فعدّلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم. (الصحيح لمسلم: ١/٢٢٠)

(حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ نماز کھڑی ہوتی تو ہم کھڑے ہوجاتے اور حضورا کرم صلی علیہ وسلم کے ہماری طرف نکلنے سے پہلے ہی ہم صفیں درست کر لیتے)۔

جہاں تک اقوال فقہا کا تعلق ہے تو امام نووی نے مسلم شریف کی شرح میں مذاہب کی تفصیل بیان کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

امام شافعی اور ایک جماعت کے نزدیک اقامت ختم ہونے کے بعد کھڑا ہونا مستحب ہے، امام مالک کے نزدیک قاضی عیاض کی روایت کے مطابق شروع اقامت سے کھڑا ہونا مستحب ہے، البتہ مؤطا کی تشریح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص حد میں قیام واجب نہیں ہے، بلکہ لوگوں کی سہولت پر چھوڑ دیا جائے، بھاری بدن والا اور کمزور آدمی دیر میں اٹھتا ہے اور ہلکا آدمی جلدی اٹھ جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک "**قد قامت الصلاة**" پر کھڑا ہونا مستحب ہے۔ (دیکھئے: نووی: ۱/۲۲۱)(۱)

مذہب حنفی کی پوری تفصیل عالمگیری اور بدائع الصنائع میں ہے:

"اگر مقتدی امام کے ساتھ مسجد میں ہوں، تو دونوں "**حيّ على الفلاح**" کہنے کے وقت کھڑے ہوں اور اگر امام مسجد سے باہر ہو، تو یہ تفصیل ہے کہ اگر امام صفوں کی طرف سے داخل ہو تو جس صف سے امام گذرے اس صف کے

---

(١) مذهب الشافعي رحمه الله تعالى وطائفة: أنه يستحب أن لا يقوم أحد حتى يفرغ المؤذن من الإقامة، ونقل القاضي عياض عن مالك رحمه الله تعالى وعامة العلماء: أنه يستحب أن يقوموا إذا أخذ المؤذن في الإقامة، وكان أنس رضي الله تعالى عنه يقوم إذا قال المؤذن: قد قامت الصلاة، وبه قال أحمد رحمه الله تعالى، وقال أبو حنيفة رحمه الله تعالى والكوفيون: يقومون في الصف إذا قال: حي على الصلاة. (النووي شرح مسلم: ١/٢٢١) انيس)

لوگ کھڑے ہوتے جائیں اور اگر امام مقتدی کے سامنے سے داخل ہو، تو اس کو دیکھتے ہی مقتدی کھڑے ہو جائیں اور جب تک امام مسجد میں داخل نہ ہو، مقتدی کھڑے نہ ہوں''۔ (الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۵۷)

کتب فقہ حنفی میں اس مسئلہ کے سلسلہ میں جو تفصیل مذکور ہے، اس میں صرف ایک صورت میں جب کہ امام ومقتدی پہلے سے مسجد میں ہوں اور امام محراب سے قریب ہو، تو ''**حی علی الفلاح**'' یا ''**حی علی الصلاۃ**'' کے وقت کھڑے ہونے کا ذکر ہے اور یہ حکم بھی کوئی فرض، واجب یا سنت نہیں ہے، بلکہ فقہا نے اس کو ''آداب صلوۃ'' کے تحت ذکر کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس پر عمل کریں گے تو ثواب ملے گا اور عمل نہیں کریں گے تو کوئی گناہ بھی نہیں ہوگا اور نہ ایسے شخص کی کوئی ملامت کی جائے گی۔

علامہ ابن نجیم نے ''البحر الرائق'' اور علامہ طحطاوی نے ''طحطاوی علی الدر المختار'' میں اس مسئلہ پر جو گفتگو کی ہے، اس سے تو مسئلہ بالکل بے غبار اور واضح ہو جاتا ہے اور اس ایک صورت میں بھی کوئی اشکال باقی نہیں رہتا ہے۔ علامہ ابن نجیم نے ''**حی علی الفلاح**'' پر کھڑے ہونے کی یہ علت بیان کی ہے:

''**القیام حین حیّ علی الفلاح لأنہ أمر یستحب المسارعۃ إلیہ**''. (البحر الرائق: ۱/۲۳۱)

یعنی ''**حی علی الفلاح**'' پر کھڑا ہونا اس لئے افضل ہے کہ چونکہ اس میں کھڑے ہونے کا حکم ہے، اس لئے جلدی سے کھڑا ہو جانا مستحب اور بہتر ہے، تا کہ حکم کی خلاف ورزی لازم نہ آئے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ''**حی علی الفلاح**'' تک کھڑا ہو جانا چاہئے، اس کے بعد بیٹھے رہنا ٹھیک نہیں ہے، اگر کوئی شخص شروع سے کھڑا ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ بہتر ہے، کیونکہ اس میں مسارعت زیادہ پائی جا رہی ہے۔

چنانچہ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

''**والقیام لإمام ومؤتمّ حین قیل حیّ علی الفلاح مسارعۃ لامتثال أمرو الظاھر أنہ احتراز عن التأخیر لا التقدیم حتی لو قام أول الإقامۃ لا بأس بہ**''. (الطحطاوی علی الدر المختار، آداب الصلاۃ: ۱/۳۳۱)

بہر کیف! صرف ایک صورت میں ''**حی علی الفلاح**'' پر کھڑے ہونے کی بات ہے اور وہ بھی نماز کے آداب میں سے ہے، اور البحر الرائق اور طحطاوی علی الدر المختار کی مذکورہ تصریح کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ ابتداء اقامت سے کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ ''**حی علی الفلاح**'' کے بعد بیٹھے رہنا خلاف ادب ہے، بعض جگہوں میں جو یہ طریقہ رائج ہے کہ امام صاحب اقامت کے وقت آ کر مصلّٰی پر بیٹھ جاتے ہیں اور تمام لوگوں کو بیٹھا دیتے ہیں اور جو لوگ نہیں بیٹھتے ہیں ان کو ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور حسب موقع طعن وتشنیع بھی کی جاتی ہے اور بعض دفعہ لڑائی کی نوبت آ جاتی ہے اور جب مکبر ''**حی علی الفلاح**'' کہتا ہے تو اس وقت امام ومقتدی سب کے سب کھڑے ہوتے ہیں، اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے اور نہ ہی امت میں کسی فقیہ کا مذہب ہے۔

دوسری طرف اقامت صفوف اور تسویت صفوف کی احادیث میں بہت زیادہ تاکید آئی ہے، اور صفیں سیدھی نہ ہونے پر بہت سخت وعیدیں بھی آئی ہیں۔ایک حدیث میں ہے کہ صفیں سیدھی رکھا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے بگاڑ دیں گے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ صفوں میں سیدھے کھڑے رہا کرو، آگے پیچھے نہ رہا کرو، ورنہ تمہارے دل بدل جائیں گے۔آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی اور نااتفاقی پھیل جائے گی۔(مشکوۃ المصابیح:۱/۹۸)

ترمذی شریف میں خلفاء راشدین حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا معمول درستگی صف کا نقل کیا گیا ہے کہ ان حضرات نے باقاعدہ آدمی مقرر کیا تھا؛ صفوں کی درستگی کے لئے، پیچھے سے جب آواز آتی کہ صفیں درست ہوگئی ہیں؛ تو نماز شروع کی جاتی۔اسی بنیاد پر صحابۂ کرام، تابعین عظام اور ائمۂ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اس بات پر متفق ہیں کہ صفوں کی درستگی ضروری ہے، جو نماز شروع ہونے سے قبل مکمل ہوجانی چاہئے۔ بہرحال! صفوں کی درستگی ایک عظیم اور اہم کام ہے، جو نماز شروع ہونے سے قبل مکمل ہوجانی چاہئے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ ابتداء اقامت سے کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کرلی جائیں، چونکہ اس زمانہ میں لوگوں کے اندر سستی اور غفلت عام ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ ابتداء اقامت سے کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کرلی جائیں۔ ”حی علی الفلاح“ پر کھڑے ہونے کی صورت میں نماز شروع ہونے سے قبل صفیں سیدھی نہیں ہوسکتی ہیں۔اس صورت میں دو ہی باتیں ہوسکتی ہیں یا تو نماز شروع ہوجانے کے بعد مقتدی صفیں درست کرنے میں مشغول ہوں گے، جس سے انتشار بھی ہوگا، یا صفوں کو بغیر درست کئے ہوئے امام کے ساتھ نماز شروع کردیں گے۔ پہلی صورت میں تکبیر اولیٰ فوت ہوگی اور دوسری صورت میں ایک فعل منکر کا ارتکاب لازم آئے گا، جو بہرحال غلط ہے۔ اور اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے کہ پہلے صفیں درست کرالی جائیں اور لوگوں کو بٹھا دیا جائے، پھر سبھی لوگ **”حی علی الفلاح“** کے وقت کھڑے ہوں۔

خلاصۂ جواب:

(الف) صحابۂ کرام کا عام معمول ابتداء اقامت سے کھڑے ہونے کا تھا، لہذا یہ عمل مکروہ اور غلط نہیں ہوسکتا ہے، اس کو غلط اور مکروہ کہنے والے احادیث وروایات سے ناواقف ہیں۔

(ب) حنفیہ کے نزدیک صرف ایک صورت میں (جبکہ امام ومقتدی اقامت سے قبل مسجد میں ہوں اور امام محراب سے قریب ہو) **”حی علی الفلاح“** پر کھڑا ہونا آداب صلوٰۃ میں سے ہے، نہ فرض ہے اور نہ ہی واجب، اور اس ایک صورت میں بھی ابتداء اقامت سے کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔مطلب یہ ہے کہ **”حی علی الفلاح“** تک کھڑے ہوجانا چاہئے، اس کے بعد بیٹھے رہنا خلاف ادب ہے، **کما فی البحر الرائق والطحطاوی علی الدر المختار.**

نیز ائمۂ اربعہ میں سے کوئی امام بھی ابتداء اقامت سے کھڑے ہونے کو مکروہ قرار نہیں دیتا ہے۔

(ج) فقہاء امت میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں ہے کہ امام اقامت کے وقت باہر سے آکر مصلّی پر بیٹھ جائے اور بیٹھنے کو ضروری سمجھے اور کھڑے ہونے والے مقتدیوں کو کھڑے ہونے سے روکے اور جو لوگ کھڑے ہوں ان پر طعن و تشنیع کی جائے اور لڑائی تک کی نوبت آجائے۔

(د) باجماع صحابہ وتابعین اور باتفاق ائمۂ اربعہ صفوں کی درستگی ایک عظیم اور اہم کام ہے، جو نماز شروع ہوجانے سے قبل مکمل ہوجانی چاہئے "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونے کی صورت میں یا تو کچھ لوگوں کی تکبیر اولیٰ فوت ہوگی یا صفوں کی درستگی نہیں ہوسکے گی۔

(ر) لہٰذا مذکورہ بالا بحث کے پیش نظر اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ ابتداء اقامت سے کھڑے ہوکر نماز شروع کرنے سے قبل صفیں سیدھی کرلی جائیں۔

واضح رہے کہ اس طرح کے فروعی مسائل کو باہمی اختلاف وانتشار کا ذریعہ نہ بنایا جائے، جہاں جس طرح پہلے سے عمل ہوتا چلا آرہا ہے، اسی پر عمل ہونے دیا جائے۔ اس وقت ملک وبیرون ملک کے جو حالات ہیں اور مسلمانوں پر ظلم وستم کے جو پہاڑ توڑے جارہے ہیں، ان کا تقاضا یہ ہے کہ تمام مسلمان باہمی اختلاف کو ختم کرکے اور مسلکی تعصب سے بالاتر ہوکر محض کلمہ کی بنیاد پر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں اور باہم متحد ومنظم ہوکر باطل طاقتوں کا منہ توڑ جواب دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۷۹/۲-۳۸۴)

امام مصلیٰ پر کب کھڑا ہو:

سوال: جب مؤذن نماز جماعت کے وقت تکبیر پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے، امام کو تکبیر اولیٰ میں مصلے کے اوپر کھڑا ہونا چاہئے یا بعد کو "الله أكبر"، جس وقت مؤذن کہتا ہے اس وقت کھڑا ہو یا "حي على الفلاح" کے بعد کھڑا ہو۔ امام اگر "محمد رسول الله" کے بعد مصلے پر کھڑا ہوجائے، تو مقتدی گنہگار ہوتے ہیں۔

(المستفتی نمبر: ۱۴۹۶، قاضی کمال الدین صاحب (ضلع کاٹھیاواڑ)

الجواب

مؤذن جس وقت اقامت شروع کرے اسی وقت امام مصلے پر کھڑا ہوسکتا ہے اور اگر اس وقت وقت کھڑا نہ ہو بلکہ "حي على الصلاة" کہنے کے وقت کھڑا ہو تو یہ بھی جائز ہے۔ اس کے بعد بیٹھنا نہیں چاہئے بلکہ "حي على الصلاة" پر ضرور کھڑا ہونا چاہئے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۵۲/۳-۵۳)

(۱) فذهب مالک وجمهور العلماء إلى أنه ليس لقيامهم حد ولكن استحب عامتهم القيام إذا أخذ ==

بوقت اقامت امام اور مقتدی کب کھڑے ہوں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلۂ ذیل کے بارے میں!

فرض نماز کے لئے مکبر جب تکبیر کہنا شروع کرے، اس وقت صفیں درست کرنے کے لئے مقتدی حضرات کو کب کھڑے ہونا چاہئے؟

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ مکبر جب تکبیر کہنا شروع کرے، اسی وقت صفیں درست کرنے کے لئے کھڑے ہونا چاہئے، جب کہ بعض دیگر حضرات کا کہنا ہے کہ "**حیّ علی الصلاة**" یا "**حیّ علی الفلاح**" کہا جاوے، اس وقت کھڑا ہونا چاہئے۔ اس سلسلہ میں شرعی حکم مع حوالہ تحریر فرماویں؟

الجواب

حدیث وفقہ حنفی میں نماز کے لئے صفوف کی درستگی کی بے حد تاکید واہمیت وارد ہوئی ہے، اس پر نماز کا کمال موقوف ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ امام کو صف کے بیچ میں رکھو۔

عن أبی هريرة. رضی اللّٰه عنه. قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: "توسطوا الإمام"، الحديث، رواه أبو داؤد. (مشكوة: ٩٩)(١)

دونوں طرف دائیں بائیں صف کا برابر ہونا ضروری ہے، ایک طرف کم دوسری طرف زیادہ ہونا مکروہ ہے، مصلی حضرات مل مل کر مونڈھا، مونڈھے کے محاذ میں رکھ کر اور ایک کا ٹخنہ دوسرے کے ٹخنہ کے مقابل کر کے کھڑے ہوں، اس طور پر کہ درمیان صف خلا نہ رہے؛ کیونکہ شیطان خالی جگہ دیکھ کر بکری کے بچہ کے مانند درمیان میں گھس کر مصلیوں کے دلوں میں وساوس ڈالتا ہے۔ (٢)

"صفیں سیدھی نہ کرو گے، تو اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں مسخ کر دے گا اور دلوں میں فساد واختلاف پیدا ہو جائے گا"، صفیں برابر نہ کرنے پر اس جیسی بہت سی خرابیاں کتب حدیث وفقہ میں مذکور ہیں۔

== المؤذن فی الإقامة. (عمدة القاری، باب متی يقوم الناس: ١٥٣/٥، ط بيروت)

وقال الطحطاوی تحت قوله: والقيام لإمام ومؤتم: "والظاهر أنه احترازعن التأخير لا التقديم، حتٰی لو قام أول الإقامة لابأس به". (حاشية الطحطاوی علی الدر المختار، باب صفة الصلاة: ٢١٥/١، ط دار المعرفة، بيروت، لبنان)

(١) أخرجه بهذا اللفظ البيهقی فی السنن الكبریٰ، باب مقام الإمام من االصف (ح: ٥٢٠٣)/وأخرجه أبو داؤد، باب مقام الإمام من الصف (ح: ٦٨١) بلفظ: "وسطوا الإمام" /وكذا الطبرانی فی المعجم الأوسط، من اسمه عبداللّٰه (ح: ٤٤٥٧) انيس)

(٢) عن أنس بن مالک عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قال: رصوا صفوفكم وقاربوا بينهما وحاذوا بالأعناق فوالذی نفسی بيده إنی لأری الشيطان يدخل من خلل الصف كأنها الحذف. (سنن أبی داؤد، باب تسوية الصفوف (ح: ٦٦٧)/صحيح ابن خزيمة، باب الأمر بالمحاذاة بين المناكب والأعناق (ح: ١٥٤٥) ==

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول صفوں کی درستگی کے بعد ہی نماز شروع فرمانے کا تھا۔

"عن النعمان بن بشير قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يسوى صفوفنا إذا قمنا إلى الصلاة فإذا استوينا كبر. رواه أبو داؤد. (مشكوة: ٩٨)(١)

ایک مرتبہ ایک آدمی کا سینہ صف سے کچھ نکلا ہوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھ لیا، اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ کے بندو! اپنی صفیں سیدھی رکھو (یعنی آگے پیچھے نہ رہو)؛ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا"۔

"وفي حديث عن النعمان بن بشير: خرج يومًا فقام حتىٰ كاد يكبر فرأى رجلاً باديًا صدره من الصف فقال: "عباد الله لتسوّن صفوفكم أو ليخالفن الله بين وجوهكم". (مسلم: ١٨٢/١)(٢)

آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

"تم لوگ اس طرح صف کیوں نہیں باندھتے، جس طرح فرشتے خدا کے حضور میں صف باندھتے ہیں"، حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! فرشتے اپنے پروردگار کے حضور میں کس طرح صف باندھتے ہیں؟ فرمایا: "اگلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں مل کر (سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح) کھڑے ہوتے ہیں".

"قال ألا تصفون كما تصف الملائكة عند ربها"، فقلنا يا رسول الله! وكيف تصف الملائكة عند ربها؟ قال يتمّون الصفوف الأوَل ويتراصون في الصف". (مسلم: ١٨١/١)(٣)

نیز فرمایا: صف میں سیدھے کھڑے رہو، آگے پیچھے نہ رہو، ورنہ اس کی زد تمہارے دلوں پر پڑے گی۔

"استووا ولا تختلفوا فتختلف قلوبكم". (أيضًا)(٤)

== عن علقمة قال: كنا نصلي مع عمر فيقول: سُدُّوا صفوفكم لتلتقى مناكبكم لا يتخللكم الشيطان كأنها بنات حذف. (مصنف عبدالرزاق الصنعاني، باب الصفوف (ح: ٢٤٣٣) انيس)

(١) سنن أبي داؤد، باب تسوية الصفوف (ح: ٦٦٥)/ مستخرج أبي عوانة، بيان إيجاب قيامة الصفوف (ح: ١٣٨٠) انيس)

(٢) الصحيح لمسلم، باب تسوية الصوف وإقامتها (ح: ٤٣٦)/ المعجم الكبير للطبراني، سماك بن حرب عن النعمان (ح: ١١٧)/ السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب لايكبر الإمام حتى يأر بتسوية الصفوف (ح: ٢٢٩٠) انيس)

(٣) الصحيح لمسلم، باب الأمر بالسكون في الصلاة (ح: ٤٣٠)/ سنن ابن ماجة، باب إقامة الصفوف (ح: ٩٩٢)/ سنن النسائي، حث الإمام على رص الصفوف والمقاربة بينها (ح: ٨١٦) انيس)

(٤) الصحيح لمسلم، باب تسوية الصفوف وإقامتها (ح: ٤٣٢) انيس)

اورآپ علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان ہے کہ صفوں کو برابر رکھا کرو؛ کیونکہ صفوں کو برابر رکھنا نماز کی تکمیل میں سے ہے۔

"عن أنس قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: "سووا صفوفکم فإن تسویۃ الصفوف من تمام الصلاۃ". (مسلم: ۱۸۲/۱)(۱)

نیز فرمایا ہے: "اپنی صفیں خوب ملی ہوئی رکھو، (یعنی آپس میں خوب مل کر کھڑے ہو) اور مونڈھوں کو محاذاۃ میں رکھو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں شیطان کو تمہاری صفوں کی کشادگی میں چھوٹی بھیڑوں کی طرح گھستے دیکھتا ہوں۔

عن أنس قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: "رصوا صفوفکم وقاربوا بینھا وحاذوا بالأعناق فوالذی نفسی بیدہ إنی لأریٰ الشیطان یدخل من خلل الصف کأنھا الحذف". (مشکوۃ: ۹۸/أبوداؤد: ۹۷/۱)(۲)

صفیں درست کرنے پر جو فضائل اور اس میں کوتاہی کرنے پر جیسی وعیدیں وارد ہوئی ہیں، ایسی بوقت "**حیّ علی الفلاح**" کھڑے ہونے نہ ہونے پر وارد نہیں ہوئی ہیں، پھر درستگئ صفوف کی اہمیت نظر انداز کرکے "**حیّ علی الفلاح**" کے وقت ہی کھڑا ہونے پر اصرار کیوں کیا جا رہا ہے؟ نیز امام اس کا پابند نہیں کہ اقامت سے قبل مصلیٰ پر آکر بیٹھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہ، خلفاءِ راشدین اور ائمہ کرامؒ کے مبارک دور میں امام کا مصلیٰ پر آکر اقامت سے پہلے بیٹھنے کا اہتمام والتزام نہیں تھا، ملاحظہ ہو!

(۱) حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے:

"کان بلال یؤذن إذا دحضت الشمس فلا یقیم حتیٰ یخرج النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فإذا خرج أقام الصلاۃ حین یراہ". (مسلم: ۲۲۱/۱)(۳)

یعنی حضرت بلالؓ ظہر کی اذان زوال کے بعد دیتے، پھر اقامت اس وقت تک نہیں کہتے جب تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرہ سے باہر نہ نکلتے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے، تب اقامت کہتے تھے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ!

---

(۱) الصحیح لمسلم، باب تسویۃ الصفوف وإقامتھا (ح: ٤٣٣) انیس)

(۲) سنن أبی داؤد، باب تسویۃ الصفوف (ح: ٦٦٧)/صحیح ابن خزیمۃ، باب الأمر بالمحاذاۃ بین المناکب والأعناق (ح: ١٥٤٥) انیس)

(۳) الصحیح لمسلم، باب متی یقوم الناس الصلاۃ (ح: ٦٠٦)/مسند السراج، باب فی تخفیف الصلاۃ (ح: ١٧٢)/السنن الکبریٰ للبیھقی، باب لایقیم المؤذن حتی یخرج الإمام (ح: ٢٢٧٨) انیس)

"إن الصلاة كانت تقام لرسول الله صلى الله عليه وسلم فيأخذ الناس مصافهم قبل أن يقوم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مقامه". (مشكوة: ٢٢٠/١)(١)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز کی اقامت کہی جاتی تھی اور لوگ (یعنی حضراتِ صحابہؓ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری مصلیٰ پر ہو، اس سے پہلے ہی صف میں اپنی اپنی جگہ لے لیتے۔

(٣) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت منقول ہے کہ:

"أقيمت الصلاة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم". (مسلم: ٢٢٠/١)(٢)

یعنی ایک مرتبہ نماز قائم کی گئی، ہم (صحابہؓ) کھڑے ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہماری طرف نکلنے سے پہلے ہم نے صفیں درست کرلیں۔

(٤) حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ!

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا أقيمت الصلاة فلا تقوموا حتىٰ تروني". (البخاري: ٨٨/١، مشكوة: ٦٧)(٣)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ! "جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے، تو تم کھڑے نہ ہو، جب تک کہ مجھے اپنی طرف آتے دیکھ نہ لو"۔

(٥) حضرت ابن شہاب زہریؒ سے مروی ہے کہ!

"إن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن الله أكبر، الله أكبر، يقيم الصلاة يقوم الناس إلى الصلاة فلا يأتي النبي صلى الله عليه وسلم مقامه حتىٰ يعدل الصفوف. (مصنف عبد الرزاق: ٥٠٧/١)(٤)

یعنی جب مکبر "اللّٰه أكبر" کہتا، اس وقت لوگ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک صفیں درست ہو جاتی تھیں۔

---

(١) الصحيح لمسلم، باب متى يقوم الناس للصلاة (ح: ٦٠٥)/سنن أبي داؤد، باب في الصلاة تقام ولم يأت الإمام (ح: ٥٤١)/مستخرج أبي عوانة، بيان النهي عن القيام إذا أقيمت الصلاة، الخ (ح: ١٣٤٥) انيس

(٢) الصحيح لمسلم، باب متى يقوم الناس للصلاة (ح: ٦٠٥)/المعجم الأوسط، من اسمه مفضل (ح: ٩١٩٢) انيس

(٣) الصحيح للبخاري، باب متى يقوم الناس إذا رؤا الإمام، الخ (ح: ٦٣٧)/الصحيح لمسلم، باب متى يقوم الناس للصلاة (ح: ٦٠٤)/السنن المأثورة للشافعي، باب من سمع النداء (ح: ١٥٨) انيس

(٤) مصنف عبدالرزاق الصنعاني، باب قيام الناس عندالإقامة (ح: ١٩٤٢) المراسيل لأبي داؤد السجستاني، جامع الصلاة (ح: ٩٠) انيس

(٦)　حضرت عبداللہ ابن اوفی فرماتے ہیں کہ!

"**كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قال بلال" قد قامت الصلاة" نهض فكبر**". (مجمع الزوائد: ٥/٢)(١)

یعنی جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ "قد قامت الصلاة" کہتے، اس وقت آپ علیہ الصلاۃ والسلام کھڑے ہوتے تھے۔

ذکر کردہ احادیث (از اول تا پنجم) سے ثابت ہوتا ہے کہ تعاملِ صحابہ ابتداءِ اقامت میں کھڑے ہوکر صفیں درست کرنے کا تھا، اسی لئے حضراتِ فقہائے کرام ومحدثین عظام نے اس طریقہ کو مسنون کہا اور توارث بھی یہی ہے۔

غالباً حدیث نمبر: ٦ کے پیش نظر فقہا نے تحریر فرمایا ہے کہ!

"**حيّ على الصلاة**" یا "**حيّ على الفلاح**" یا "**قد قامت الصلاة**" کے وقت کھڑا ہونا نماز کے آداب میں سے ہے۔

"**ولها آداب**"، یعنی نماز کے چند آداب ہیں، معاً ان آداب کا حکم شرعی بھی تحریر کردیا ہے۔

"**تركه لا يوجب إساءةً ولا عتابًا**. (ردالمحتار: ٤٤٦/١)/مراقی الفلاح مع الطحطاوی: ١٥١)

یعنی اس کے ترک کرنے سے نہ تو مکروہ تنزیہی کا ارتکاب ہوتا ہے، نہ عتاب کا باعث ہے، محض ایک مستحب چیز ہے

اس سے معلوم ہوا کہ جب امام موجود ہو، اس وقت ابتدائے اقامت میں کھڑے ہوکر صفیں درست کرنا مکروہ نہیں، البتہ جب امام موجود نہ ہو، تو کھڑے کھڑے امام کا انتظار مکروہ ہے۔

"**والظاهر أنه احترازعن التأخير لا التقديم حتٰى لوقام أول الاقامة لا بأس به**. (الطحطاوی علی الدرالمختار: ٣٣١/١)

وأما إذا لم يكن الإمام في المسجد فذهب الجمهورإلٰى أنهم لايقومون حتٰى يروه. (فتح الباری: ١٠٠/٢)(٢)

نماز کے آداب ومستحبات کے بارے میں فقہی اصول:

(١)　فقہا نے تصریح کی ہے کہ!

"**تارك المستحب لايلام**". (٣) (مستحب شئ کا ترک کرنے والا قابل ملامت نہیں۔)

(١)　السنن الكبرىٰ للبيهقي،باب من زعم أني يكبر قبل فراغ المؤذن،الخ (ح: ٢٢٩٧)/معرفة السنن والآثار، متى يكبر الإمام (ح: ٢٩٤١)انيس)

(٢)　فتح الباری لابن حجر،باب لايقوم إلى الصلاة مستعجلاً: ١٢٠/٢. انيس

(٣)　البناية شرح الهداية،النية في الوضوء: ٢٣٥/١. انيس

(٢)　إن المندوب ربما ينقلب مكروهًا إذا خيف أن يرفع عن رتبته. (مجمع البحار : ٢٤٤/٢، وفتح الباری شرح البخاری : ٢٨١/٢)(١)

(بیشک) مستحب شئ جب اپنی حد سے بڑھادی جائے، یعنی اسے سنت اور لازم سمجھ لیا جائے، تو وہ مکروہ بن جاتی ہے۔)

(٣)　لأن ترک المکروه أهم من فعل المسنون. (کبیری: ٣٦٥)

(مکروہ کا ترک کرنا مسنون پر عمل کرنے کی بہ نسبت اہم ہے۔)

(٤)　ترک المکروه أولٰی من إدراک الفضيلة. (٢)

(حصول فضلیت کے لئے کسی مکروہ شئ کا ارتکاب لازم آتا ہو تو اس کا ترک اولیٰ ہے۔)

فقہ کی کتب معتبرہ درمختار، شامی وغیرہ میں ہے:

"سجدة الشكر مستحبة به يفتٰی لكنها تكره بعد الصلاة لأن الجهلة يعتقدونها سنة أو واجبة وكل مباح يؤدی إليه فمكروه. (ردالمحتار: ٧٣١/١)(٣)

سجدۂ شکر مستحب ہے، لیکن نماز کے بعد لوگوں کی موجودگی میں سجدۂ شکر مکروہ ہے؛ کیونکہ ناواقف لوگ اسے مسنون یا واجب اعتقاد کرتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جس مباح یا مستحب شئ کو اپنے حدود سے بڑھا دیا جائے (یعنی مستحب کو مسنون اور واجب سمجھ لیا جائے تو) وہ مکروہ بن جاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مستحب کو مسنون سمجھنا اور اس کے تارک کو قابل ملامت سمجھنا اور برا بھلا کہنا جائز نہیں؛ بلکہ خود وہ کام قابل ترک ہے۔

مغرب کی اذان کے بعد اقامت سے پہلے دو رکعت پڑھنا مستحب ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار فرمایا:

"لمن شاء". (یعنی جس کا جی چاہے پڑھے۔)

اس کی وجہ خود راوی بیان فرماتے ہیں:

"كراهية أن يتخذها الناس سنة". (مشکوة : ١٠٤)(٤)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہ تھا کہ لوگ ان دو رکعتوں کو سنت سمجھ لیں۔

---

(١)　... واستنبط ابن المنير منه: أن المندوب ربما انقلب مكروهًا إذا خيف على الناس أن يرفعوه عن رتبته، الخ. (إرشادالساری لشرح صحيح البخاری، باب ماجاء فی الثوم النیء والبصل: ١٤٥/٢. انیس)

(٢)　الحلبی الكبير شرح منية المصلی، فصل فی مسائل شتیٰ آخر كتاب الصلاة: ٦١٩، مطبوعه سنده/وكذا نقله العلامة ابن عابدين فی كتابه ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٧٠/١، دارالفكر. انیس

(٣)　الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ١٢٠/٢، دارالفكر. انیس

(٤)　مسند الإمام أحمد، حديث عبدالله بن مغفل المزنی (ح: ٢٠٥٥٢)/الصحيح للبخاری، باب الصلاة ==

بعض علما نے اپنے دور میں ایام بیض (ہر ماہ کی تیرہویں، چودہویں، پندرہویں تاریخ) کے روزے کے متعلق مکروہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے، کیونکہ ان کے زمانہ میں ایام بیض کے روزے رکھنے کا اس کثرت سے رواج ہو چکا تھا کہ اس بات کا خوف لاحق ہو گیا کہ لوگ واجب اور لازم سمجھنے لگیں گے، حالانکہ ایام بیض کے روزے مستحب ہیں، ان کی فضیلت بہت سی احادیث میں وارد ہے۔(١)

مجالس الابرار میں ہے:

وكل مباح أدى إلٰى هذا فهو مكروه. (مجلس:٥٠،ص:٢٩٠)(٢)

(ہر وہ مباح جسے سنت کا مرتبہ دیا جائے، وہ مکروہ ہے۔)

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں ہے:

قال الطيبي: إن من أصر علٰى أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر علٰى بدعة أو منكر. (٣٥٣/١)(غاية الأوطار: ٢٢٠/١-٢٢١)

جو کوئی امر مندوب و مستحب پر مصر رہا، اسے لابدی اعتقاد کر لیا اور رخصت پر عمل نہ کیا گویا اسے شیطان نے راہ ضلالت پر ڈال دیا، تو اگر کوئی آدمی بدعت یا ناجائز پر مصر رہے، اس کے متعلق کیا خیال ہے؟

== قبل المغرب (ح:١١٨٣)/مسندالسراج،باب في الركعتين قبل المغرب (ح: ٦١١)انيس

(١) وأما حكم المسألة فقد حكى النووي في شرح مسلم الإتفاق على استحباب صيام الأيام البيض وهي: الثالث عشر،والرابع عشر والخامس عشر، قال:قيل:هي الثاني عشر والثالث عشر والرابع عشر،وقال شيخنا:وفيما حكاه من الإتفاق نظر،فقد روى ابن القاسم عن مالك في المجموعة أنه سئل عن صيام أيام الغر ثلاث عشرة وأربع عشرة وخمس عشرة؟فقال:ماهذا ببلدنا، وكره تعمد صومها، وقال:الأيام كلها لله تعالىٰ.وقال ابن وهب:وإني لعظيم أن يجعل على نفسه شيئا كالفرض،ولكن يصوم إذا شاء،قال:استحب ابن حبيب صومها،وقال:أراها صيام الدهر،وقال ابن حبيب:كان أبوالدرداء يصوم من كل شهر ثلاثة أيام،أول اليوم ويوم العاشر ويوم العشرين،ويقول:هو صيام الدهر كل حسنة بعشر أمثالها.(عمدة القاري،باب صيام البيض ثلاث عشرة وأربع عشرة: ٩٧/١١.انيس)

المسألة التاسعة صيام الأيام الغر، فكره مالك أن يتعمد صيام الأيام الغر وهي: ثلاثة عشر وأربعة عشر وخمسة عشرة على ماروى فيها مخافة أن تجعل العامة صيامها واجباً .(المسالك في شرح موطأ مالك،باب صيام يوم الفطر والأضحى: ٢١١/٤)/كذا في النوادر والزيادات على مافي المدونة من غيرها من الأمهات، في صيام أيام منى، ويوم عرفة وعاشوراء:٧٥/٢)/وكذا في البيان والتحصيل،مسألة صيام الأيام الغر:٣٢٢/٢.انيس)

(٢) فكذلك بعض المباحات بالمداومة تصير صغيرة وهو كالمواظبة على متابعة الزنوج والحبشة والنظر إلى لعبهم على الدوام فإنه ممنوع وإن لم يكن أصله ممنوعاً إذ فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم.،الخ.(إحياء علوم الدين،كتاب آداب السماع والوجد:٢٨٣/٢.انيس)

امام کے چار حالات اور ہر ایک کا حکم:

(۱) امام صاحب عین اقامت کے وقت حجرے سے نکلیں تو مقتدیوں کو چاہئے کہ کھڑے ہو جاویں۔

(۲) امام صاحب پشت کی جانب سے آویں تو جس جس صف کے پاس سے امام کا گذر ہو وہ کھڑے ہوتے جاویں۔

''**وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام**''. (الدر المختار، آخر باب صفة الصلاة، آداب الصلاة: ٤٤٧/١)

(۳) امام کو آگے سے مسجد میں داخل ہوتا دیکھیں تو ان پر نظر پڑتے ہی سب کھڑے ہو جاویں۔

''**وإن دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه**. (أيضًا)

(۴) اگر اتفاق سے امام محراب کے قریب ہو تو ''**حي على الفلاح**'' کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے لازم نہیں اور ''**قد قامت الصلاة**'' کے وقت امام کا نماز شروع کرنا مستحب ہے اور اقامت پوری ہونے کے بعد نماز شروع کی جائے، تب بھی کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ اجماعا اولیٰ ہے۔

(وشروع الإمام)في الصلاة مذ قيل قد قامت الصلاة ولو أخرحتى أتمها لابأس به إجماعًا.

(قوله لا بأس به إجماعا)أي لأن الخلاف في الأفضلية فنفي البأس أي الشدة ثابت في كلا القولين وإن كان الفعل أولٰى في أحد هما. (ردالمحتار: ٤٤٧/١)(۱)(الطحطاوی علی الدرالمختار: ۲۸۹/۱)

حاصل یہ کہ تنویر الابصار اور درمختار میں جہاں آداب کے ذیل میں ''**والقيام لإمام ومؤتم حين قيل حي على الفلاح**''، تحریر کیا ہے، وہیں اس کا استحباب بھی تحریر کیا ہے کہ!

نظره إلٰى موضع سجوده حال قيامه، وإلٰى ظهرقدميه حال ركوعه، وإلٰى أرنبة أنفه حال سجوده وإلٰى حجره حال قعوده وإلٰى منكبه الأيمن والأيسرعند التسليمة الأولٰى والثانية. (الدر المختار متن ردالمحتار، آداب الصلاة: ٤٤٦/١)(۲)

مستحب یہ ہے کہ!

(۱) مصلی قیام کے وقت سجدہ کی جگہ نظر رکھے، (۲) رکوع میں ظاہر قدم پر، (۳) سجدے میں ناک کے سرے پر، (۴) قعدہ میں اپنی گود میں، (۵) دائیں طرف سلام کے وقت داہنے کندھے پر اور بائیں طرف سلام کے وقت بائیں کندھے پر نظر رکھے، یہ آداب از راہ تواضع وانکساری ہیں، جب یہ تمام آداب زیر بحث مسئلہ قیام عند ''**حي على الفلاح**'' کے مانند آداب ومستحبات میں سے ہیں، جن سے خشوع وانکساری حاصل ہوتی ہے، پھر اس پر عمل کے لئے کیوں زور نہیں دیا جاتا۔

(۱-۲) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، آخر باب صفة الصلاة، قبيل الفصل. انیس

امام طحطاوی اور کرخی رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہما حضرات نے تصریح کی ہے:

"الظاهر أنه عند وجود مشغل في هذه المحلات لاينظر إليها لأنه يضيع الخشوع الذي هو أعلى من المستحب. (الطحطاوي على الدر المختار: ٣٣١/١)

یعنی مذکورہ بالا (یعنی نماز میں جہاں نظر رکھنا مستحب ہے، ان) جگہوں میں سے کسی جگہ میں کوئی ایسا نقش ونگار ہو جسے دیکھ کر نماز میں توجہ تام نہ رہے اور خشوع وخضوع میں خلل واقع ہو تو پھر اس کا استحباب ختم ہو جاتا ہے؛ کیونکہ خشوع وخضوع کی اہمیت بہ نسبت مستحب کے بہت زیادہ ہے۔

اور منجملہ آداب صلوۃ کے یہ بھی ہے کہ جب "**قد قامت الصلاة**" کہا جاوے، اس وقت امام نماز شروع کردے اور اقامت کے اختتام پر نماز شروع کرے، تب بھی مضائقہ نہیں بلکہ تاخیر ہی زیادہ صحیح ہے، اس لحاظ سے کہ مکبر بھی تکبیر اولیٰ میں امام کے ساتھ شرکت کر سکے گا۔

(قوله أنه الأصح) لأن فيه محافظة علیٰ فضيلة متابعة المؤذن وإعانة له على الشروع مع الإمام. (ردالمحتار: ٤٤٧/١) (غاية الأوطار: ٢٢٠/١-٢٢١)(١)

اس سے اندازہ لگایئے کہ محض مکبر کی رعایت میں "**قد قامت الصلاة**" پر نماز شروع نہ کرنے کا حکم ہے اور ایک مستحب کے ترک کو صحیح کہا جانے لگا، تو پوری جماعت (جس میں بے شمار افراد ہو سکتے ہیں) کی صفوں کی درستگی (جس کی حدیث وفقہ میں بہت تاکید آئی ہے) کے خاطر امام کی موجودگی میں ابتدائے اقامت سے کھڑے ہو جاویں، تو کس بنیاد پر اسے مکروہ کہا جا سکتا ہے؟ بلکہ از روئے حدیث وفقہ یہ عمل بہت ہی افضل واعلیٰ ہے اور تعامل صحابہ اس کا مؤید ہے۔

فتح الباری شرح بخاری میں ہے: **"فقد ثبت عن الصحابة أنهم كانوا يقومون إذا شرع المؤذن في الإقامة.** (٩٩/٢) (مصنف عبد الرزاق: ٥٠٧/١)(٢)

یعنی صحابہ کرامؓ اس وقت کھڑے ہو جاتے تھے جبکہ مؤذن (مکبر) اقامت کہنا شروع کر دیتا۔

ایسے ہی بعض جاہل ائمہ نے یہ عادت بنالی ہے کہ بعد خطبۂ جمعہ کے مصلی پر بیٹھ جاتے ہیں اس کے بعد اقامت کہی جاتی ہے، اور "**حي على الفلاح**" کے وقت امام اور مقتدی سب کھڑے ہوتے ہیں اس فعل کا حدیث اور فقہ حنفی کی کسی بھی کتاب میں ثبوت نہیں یہ طریقہ بھی خلاف سنت اور واجب الترک ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ بعد الخطبہ فوراً اقامت کہی جاوے اور امام کے مصلی پر پہنچنے تک اقامت پوری ہو جاوے۔ شامی میں ہے:

(قوله أقيمت) بحيث يتصل أول الإقامة بآخر الخطبة وتنتهي الإقامة بقيام الخطيب مقام الصلوٰة. (٧٧٠/١)(٣)

---

(١) ردالمحتار، كتاب الصلاة، آخر باب صفة الصلاة، قبيل الفصل. انيس

(٢) مصنف عبدالرزاق الصنعاني، باب قيام الناس عندالإقامة (ح: ١٩٤٠) انيس

(٣) ردالمحتار، باب الجمعة، مطلب في حكم المرقى بين يدي الخطيب. انيس

یعنی خطیب کا خطبہ پورا ہوتے ہی متصلاً اقامت کہی جاوے، بایں طور کہ خطیب (امام) کے مصلیٰ پر پہنچنے تک اقامت پوری ہو۔

مجالس الابرار میں ہے:

"وإذا فرغ من الخطبة وشرع المؤذن فی الإقامة ینزل من المنبر ویصلی بالناس رکعتین". (مجلس: ٤٩، ص: ٣١٥)

اور جب خطیب خطبہ سے فارغ ہوجائے اور مؤذن اقامت شروع کرے تو امام کو چاہئے کہ منبر سے اتر کر لوگوں کو (صلوۃ جمعہ کی) دو رکعت پڑھاوے۔

صغیری (شرح منیۃ المصلی) میں ہے:

وإذا فرغ من الخطبة أقام الصلاة وصلی بهم الرکعتین علٰی ما هو المعروف. (ص: ٢٨١)

جب خطیب خطبہ سے فارغ ہو تو اقامت کہی جائے اور امام لوگوں کو دو رکعت پڑھاوے، یہی طریقہ معروف ہے۔

اور کبیری (شرح منیۃ المصلی) میں بھی ہے:

وإذا فرغ من الخطبة أقام الصلاة وصلی بالناس رکعتین علٰی ما هو المتوارث المعروف. (ص: ٥٢٠)

(یعنی) اور جب خطیب خطبہ سے فارغ ہو تو نماز کے لئے اقامت کہی جائے اور (امام) لوگوں کو دو رکعت پڑھاوے، یہی متوارث ومعروف ہے۔

(١)　"**قد قامت الصلاة**" کے وقت نماز شروع کرنا مستحب ہے، لیکن مکبر کی رعایت کرتے ہوئے اس کو ترک کیا جاتا ہے۔

(٢)　وضو غسل میں غرغرہ سنت ہے، مگر پانی حلق میں اتر جانے کے خوف سے روزہ دار کے لئے غرغرہ ممنوع ہے۔

ومن فروع ذلک: المبالغة فی المضمضة والاستنشاق مسنونة وتکره للصائم. (الأشباه و النظائر: ١١٥)

(٣)　اسی طرح ڈاڑھی کے بالوں کا خلال سنت ہے مگر حالت احرام میں بال ٹوٹ جانے کے خوف سے خلال مکروہ ہے۔

وتخليل الشعر سنة فی الطهارة ویکره للمحرم. (أیضًا)

ملاحظہ ہو مذکورہ تمام جگہوں میں کسی عارض کی وجہ سے مستحب کو چھوڑ دیا جاتا ہے، بالکل اسی طرح "**حی علی الفلاح**" کے وقت کھڑے ہونے کے ادب کو صفوں کی درستی کا لحاظ کرتے ہوئے ترک کرنا اولیٰ کہا جائے گا، جیسا کہ خطبہ کے وقت خطیب کی طرف منہ کرکے بیٹھنا مستحب ہے، لیکن صفوں کی درستی کا خیال کرتے ہوئے قبلہ رو بیٹھنے کو اختیار کیا گیا ہے۔

مجالس الابرار میں ہے:

ویستحب للقوم أن یستقبلوا الإمام عند الخطبة لکن الرسم الآن أنهم یستقبلون القبلة للحرج فی تسویة الصفوف لکثرة الزحام. (مجلس: ٤٩، ص: ٣١٥)

یعنی قوم (حاضرین) کیلئے مستحب ہے کہ خطبہ کے وقت خطیب کے طرف منہ کر کے بیٹھیں لیکن اس وقت طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رو بیٹھتے ہیں کہ مجمع بڑا ہونے کی وجہ سے صفوں کی درستگی میں حرج ہوتا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صفوں کی درستگی کے تاکیدی حکم کا لحاظ کرتے ہوئے امام اور مقتدیوں کا اقامت شروع ہوتے ہی کھڑے ہوجانا مکروہ نہیں البتہ امام جس وقت سامنے موجود نہ ہو اس وقت مقتدیوں کیلئے حکم ہے کہ کھڑے نہ ہوں بلکہ بیٹھے رہیں، نیز ایسے وقت کھڑے ہونا مکروہ ہے۔ (شامی وغیرہ)

علاوہ ازیں مستحب شئ کو حدود سے بڑھا دینا اور اسے ضروری سمجھنا، اقامت کے شروع میں کھڑے ہونے والے کو ملامت کرنا، اس کو بدعقیدہ گردا ننا، بیٹھنے پر جبر کرنا، مسجد سے باہر نکال دینا یہ سب کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ **فإلی اللّٰہ المشتکی۔** فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۰۲/۸-۲۱۲) ☆

☆ فتاویٰ رحیمیہ میں منقول ایک عبارت کی تحقیق:

سوال: مخدومنا المکرّم حضرت مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔

حضرت والا کتاب ''فتاویٰ رحیمیہ'' سے خوب خوب فائدہ اٹھاتا ہوں، تفصیلی جواب لکھنے میں حضرت کی کتاب سے کافی مدد ملتی ہے، میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے سایہ کو تادیر قائم فرمائے پوری امت مسلمہ کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے اور خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔ (آمین)

ایک اہم بات عرض ہے کہ فتاویٰ رحیمیہ: ۳۲۰/۴ نیز: ۲۱۰/۸ پر فتح الباری: ۹۹/۲ کے حوالہ سے ایک عبارت لکھی ہے:

''فقد ثبت عن الصحابة أنهم کانوا یقومون إذا شرع المؤذن فی الإقامة''.

یہ عبارت فتح الباری میں کافی تلاش کی گئی، لیکن نہیں مل رہی ہے، آپ سے عرض ہے کہ آپ رہنمائی فرماویں اور باب وصفحہ کے حوالہ کے ساتھ یہ عبارت تحریر فرماویں؟ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

الجواب

حامدًا ومصلیًا ومسلماً:

محترم ومکرم مولانا مفتی صاحب دام مجدہ السامی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

عرض اینکہ آپ کا خط موصول ہوا، فتاویٰ رحیمیہ میں فتح الباری کے حوالے سے جو عبارت لکھی گئی ہے، ==

== سوء اتفاق سے تلاش کے باوجود فتح الباری میں وہ عبارت نہیں ملی ،جس کا بے حد قلق ہے، مگر اس عبارت کا مفہوم بالکل صحیح ہے اور جو بات لکھی گئی ہے، وہ غلط نہیں ہے۔ جواب مرتب کرنے کے وقت مختلف کتابیں سامنے ہوتی ہیں، حوالہ نقل کرنے میں ممکن ہے ناقل سے خلط ملط اور تسامح ہو گیا ہوگا۔

عبارت کا مفہوم الحمدللہ بالکل صحیح ہے اور یہ مفہوم مصنف عبدالرزاق کی روایت سے صراحۃ ثابت ہوتا ہے، مصنف عبدالرزاق کی روایت خود صاحب فتح الباری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی نقل فرمائی ہے ، مصنف عبدالرزاق کے اس صفحہ کی زیروکس کاپی ارسال خدمت ہے، روایت ملاحظہ ہو! (یہ روایت فتاویٰ رحیمیہ :۳۲۰/۴، میں بھی ہے۔)

١٩٤٢ـــــ عبدالرزاق عن ابن جريج قال: أخبرني ابن شهاب أن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن: "الله أكبر، الله أكبر، يقيم الصلوة يقوم الناس إلى الصلوة ، فلا يأتي النبي صلى الله عليه وسلم مقامه حتى يعدل الصفوف. (مصنف عبد الرزاق: ٥٠٧/١،فتح الباري: ١٠٠/٢)

ترجمہ: ابن شہاب سے مروی ہے کہ جس وقت مؤذن اللہ اکبر کہتا تھا، لوگ (صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین) نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے تک صفیں درست ہوجاتی تھیں۔

اس روایت میں غور کیجئے: فتاویٰ رحیمیہ میں پیش کردہ عبارت کا مفہوم اس روایت سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عبارت کا مفہوم بالکل صحیح ہے ہاں حوالہ نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے۔

اور یہ بات دیگر علمائے کرام نے بھی تحریر فرمائی ہے۔

١۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا ایک رسالہ ہے جس کا نام ہے ''اقامت کے وقت مقتدی کب کھڑے ہوں'' یہ رسالہ جواہر الفقہ ، مطبوعہ عارف کمپنی دیوبند میں ، ص:۳۰۹ تا ۳۲۴، جلد اول میں چھپا ہوا ہے، پورا رسالہ قابل مطالعہ ہے، اس میں ایک جگہ حضرت مفتی صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔

''ان سب روایات حدیث کے مجموعہ سے ایک بات قدر مشترک کے طور پر یہ ثابت ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے مسجد میں تشریف فرما نہ ہوتے ، بلکہ گھر ہی سے تشریف لاتے تھے، تو آپ کو دیکھتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت شروع کرتے اور سب صحابہ کرام شروع اقامت سے کھڑے ہو کر تعدیل صفوف کرتے تھے، آپ نے اس کو کبھی منع نہیں فرمایا'' الخ۔ (جواہر الفقہ :۳۱۵/۱)

٢۔ عمدۃ الفقہ میں ہے ''اسی طرح صفیں سیدھی کرنے کیلئے پہلے سے کھڑا ہوجانا زیادہ مناسب ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی اسی طرح منقول ہے''۔ (عمدۃ الفقہ :۱۰۲/۲، از مولانا سید زوار حسین صاحبؒ مطبوعہ کراچی)

٣۔ احسن الفتاویٰ میں ہے:

''جملہ احادیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ قیام امام سے قبل قیام ناس مکروہ تنزیہی ہے، بہتر یہ ہے کہ قیام امام کے بعد قیام کیا جائے اور قیام امام کا اعلام ابتدائے اقامت (لفظ اللہ اکبر) سے ہوتا ہے اس لئے مقتدی اللہ اکبر کا لفظ سنتے ہی قیام کریں، اسی پر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تعامل تھا، الخ۔ (احسن الفتاویٰ، ص:۲۵۰، باب الاذان والاقامہ، کامل مبوب مع حوادث الفتاویٰ، ناشر قرآن محل، کراچی، بہت تفصیلی جواب ہے، پورا جواب قابل مطالعہ ہے۔) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ :۹۰/۹۔۹۲)

اقامت کے وقت ''حی علی الفلاح'' پر کھڑے ہونے کا حکم:

سوال: کانپور کی بعض مساجد میں کچھ عرصہ سے تکبیر کے وقت مؤذن کے علاوہ سب آدمی بیٹھ جاتے ہیں اور جس وقت مؤذن ''حی علی الصلاۃ'' کہتا ہے، اس وقت سب لوگ کھڑے ہوتے ہیں اور شرح وقایہ کی اس عبارت کا حوالہ دیتے ہیں: (ویقوم الإمام والقوم عند حی علی الصلاۃ ویشرع عند قد قامت الصلاۃ) (ص: ۱۵۵، سطر: ۱۲) اور جو شخص پہلے سے ہی کھڑا ہو جاوے، اس کو بری نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس مسئلہ میں جناب کی کیا رائے ہے، اور اس مسئلہ پر عمل کرنے والے کو بدعتی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور عمل نہ کرنے والے کو وہابی کہتے ہیں۔ فقط (۱)

الجواب

شرح وقایہ کی عبارت مبہم ہے؛ کیونکہ اس میں اس عمل کا درجہ بیان نہیں کیا گیا اور دوسری بعض کتابوں میں مفسر ہے، اس لئے مبہم کو مفسر کی طرف راجع کریں گے۔

چنانچہ درمختار میں قبیل فصل صفۃ الصلاۃ یہ عبارت ہے:

(ولها آداب) تركه لا يوجب إساءةً ولا عتابا كترك سنة الزوائد لكن فعله أفضل (إلىٰ قوله) (والقيام) لإمام ومؤتم (حين قيل حي على الفلاح) الخ، ثم قال: (وشروع الإمام) في الصلاة (مذ قيل قد قامت الصلاة) ولو أخر حتىٰ أتمها لا بأس به إجماعًا، وهو قول الثاني والثالثة، وهو (أي

---

(۱) مندرجہ ذیل تینوں سوالوں کے جوابات کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

فقہا نے یہ جو لکھا ہے کہ ''امام اور مقتدی ''حی علی الصلوٰۃ'' پر کھڑے ہوں'' تو یہ منجملہ آداب ہے، واجب یا سنت نہیں ہے، جس طرح فقہا نے لکھا ہے کہ امام ''قد قامت الصلوٰۃ'' پر نماز شروع کرے''، لیکن فقہا نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ اصح، اعدل اور افضل تو یہ ہے کہ تکبیر پوری ہونے پر امام کو نماز شروع کرنا چاہئے تا کہ تکبیر کہنے والا امام کے ساتھ نماز شروع کر سکے، تو جس طرح تکبیر کہنے والے کی رعایت کرتے ہوئے فقہا نے ایک ادب (قد قامت پر نماز شروع کرنے) کو ترک کر دیا ہے، اسی طرح تسویۂ صفوف کی اہمیت کے پیش نظر دوسرے ادب (حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے) کے خلاف، حیعلتین پر قیام کی تقدیم کو راجح کہا جائے گا، کیونکہ تسویۂ صفوف کی رعایت تکبیر کہنے والے کی رعایت سے زیادہ اہم ہے۔

علاوہ بریں فقہا کی ان عبارتوں کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت تکبیر کہنے والا ''حی علی الصلوٰۃ'' پر پہنچے، اس وقت مقتدیوں کو کھڑا ہو جانا چاہئے، تاخیر نہ کرنا چاہئے، جیسا کہ علامہ احمد طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں تصریح فرمائی ہے، جن کی عبارت تیسرے سوال کے جواب کے اخیر میں آ رہی ہے۔ لہٰذا اگر اس سے پہلے تکبیر کے شروع ہی سے کھڑے ہو جائیں، تو یہ بھی جائز ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے اور فقہا کی عبارتوں کی خلاف ورزی نہیں ہے؛ بلکہ آج کل تسویۂ صفوف کے ساتھ لوگوں کی بے اعتنائی کی وجہ سے پہلے کھڑا ہونا ہی افضل ہے۔ سعید احمد

التأخير)أعدل المذاهب كما فى شرح المجمع لمصنفه،وفى القهستانى معزيا للخلاصة أنه الأصح،اه.فى رد المحتار :(قوله أنه الأصح)لأن فيه محافظة علٰى فضيلة متابعة المؤذن وإعانة له على الشروع مع الإمام. (١)

ان عبارات سے امور ذیل مستفاد ہوئے!

(١)　یہ عمل آداب میں سے ہے جس کا ترک موجب اساءت یا عتاب نہیں، تو اس کے تارک پر نکیر کرنا تجاوز عن الحدود ہے جو کہ بدعت کی فرد ہے، پس اس کا عامل اگر تارک پر نکیر نہ کرے عامل بالادب ہے اور اگر نکیر کرے مبتدع ہے۔

(٢)　منجملہ آداب کے "**قد قامت الصلاة**" کے کہنے کے وقت امام کا نماز شروع کر دینا ہے، مگر باوجود اس کے ایک عارض سے تاخیر کو اعدل واصح کہا ہے جو مستلزم ہے افضل ہونے کو اور وہ عارض شروع مع الامام پر مؤذن کی اعانت ہے ایسے ہی اس میں بھی ایک عارض سے کہ وہ عامۂ ناس کے اعتبار کی وجہ سے مثل لازم کے ہوگیا ہے گنجائش ہے کہ قبل اقامت کے قیام کو افضل کہا جاوے اور وہ عارض تسویہ ہے صفوف کا جو نہایت مؤکد ہے اس لئے کہ عامۂ ناس کے عدم اہتمام اور قلتِ مبالات کی وجہ سے مشاہد ہے کہ "**حی على الصلاة**" پر کھڑے ہونے سے امام کی تحریمہ کے وقت تک صفوف کا تسویہ نہیں ہوسکتا؛ بلکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ پہلے سے کھڑے ہوجانے پر بھی اگر تسویۂ صفوف کا انتظار کیا جاوے، تو اقامت اور تحریمہ امام میں فصل کی ضرورت ہوتی ہے۔

۲۰ رصفر ۱۳۵۰ھ۔(النور، صفحہ: ۵، رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ)

سوال: **إذا دخل الرجل عند الإقامة يكره الانتظارقائمًا ولكن يقعد ثم يقوم إذابلغ المؤذن حى على الفلاح، يفهم منه كراهة القيام ابتداء الإقامة والناس عنه غافلون. (الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح)**(٢)

طحطاوی کے علاوہ عالمگیری، شامی، البحر الرائق، شرح وقایہ، ملتقی الابحر، مجمع الانہر، مظاہر حق وغیرہ کتب میں تصریح

---

(١)　الدر المنتقى فى شرح الملتقى، كتاب الصلاة: ١/١٨٨، دار الكتب العلمية، بيروت. انيس
جامع الرموز،
الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، آخر باب صفة الصلاة: ١/٤٧٧-٤٧٩، دار الفكر، انيس

(٢)　سائل نے طحطاوی کی عبارت بلفظہ نقل نہیں کی ہے۔ سعید
اصل عبارت یہ ہے:　(ومن الأدب القيام أى قيام القوم والإمام إن كان حاضراًبقرب المحراب حين قيل أى وقت قول المقيم حى على الفلاح لأنه أمر به فيجاب)وقال الحسن وزفر:عند حى على الصلاة كما فى سكب الأنهرعن ابن كمال معزياًإلى الذخيرة.(حاشية الطحطاوى،فصل فى آداب الصلاة: ١/٢٧٧. انيس)

ہے کہ ہمارے ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک "حی علی الصلاۃ" یا "حی علی الفلاح" (علیٰ اختلاف الأقوال) پر کھڑا ہونا چاہئے اور "قد قامت الصلٰوۃ" پرنماز شروع کردینی چاہئے۔لیکن مراقی الفلاح میں تصریح ہے کہ اگر اقامت ختم ہوجانے کے بعد نماز شروع کی لابأس بہ فی قولھم جمیعًا. لیکن اقامت کے شروع میں کھڑے ہونے کی کہیں گنجائش نہیں ملی، بلکہ کراہت ثابت ہوتی ہے، اکابر کا تعامل دیکھ کر شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ممکن ہے کوئی امر مانع تعامل ہو جس پر احقر کی نظر نہیں پہنچی، اس لئے مؤدبانہ عرض ہے کہ ان سوالات کا جواب عنایت فرمایا جائے۔

(۱) ابتداء اقامت میں کھڑا ہونا مکروہ ہے یا نہیں؟

(۲) اگر مکروہ نہیں ہے، تو افضل ابتداء اقامت میں کھڑا ہونا ہے یا "حی علی الصلاۃ" پر؟

(۳) اگر "حی علی الصلاۃ" پر کھڑا ہونا افضل ہے، تو جمعہ کے روز خطبہ سے فارغ ہوکر امام ممبر پر بیٹھا رہے، یا مصلے پر یہاں تک کہ مؤذن "حی علی الصلاۃ" پر پہنچے۔

الجواب

(مقدمۃ) الروایات یفسر بعضھا بعضًا۔ اس کے بعد سمجھنا چاہئے کہ "حی علی الصلاۃ وحی علی الفلاح" پر کھڑا ہونے کو درمختار، قبیل فصل صفۃ الصلاۃ میں منجملہ آداب کے کہا ہے اور آداب کی صفت میں تصریح کی ہے:

ترکہ لایوجب إساءۃً ولاعتاباً ... لکن فعلہ أفضل. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ "یکرہ لہ الانتظار" میں "یکرہ" سے مراد ترک افضل ہے۔ اس کے بعد منجملہ ایسے آداب کے شروع إمام فی الصلاۃ مذ قیل قد قامت الصلاۃ کو شمار کر کے کہا ہے:

ولو أخر حتی أتمھا لابأس بہ إجماعاً.

اس کے بعد اس تاخیر کو اعدل المذاہب اور اصح کہا ہے اور اصح ہونے کی دلیل ردالمحتار میں یہ بیان کی ہے:

"لأن فیہ محافظۃ علیٰ فضیلۃ متابعۃ المؤذن وإعانۃ لہ علی الشروع مع الإمام". (۲)

اس قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک ادب کے ترک کو یعنی تاخیر شروع امام کو عارض محافظت واعانت کی وجہ سے ترجیح دی ہے اسی طرح دوسرے ادب یعنی قیام عند "حی علی الصلاۃ" کے ترک کو یعنی تقدیم قیام علی الحیعلتین کو عارض تسویہ صفوف کی وجہ سے راجح کہا جاوے گا اور یہ عارض تسویہ نہایت مؤکد ہے اور عامۂ ناس کے عدم اعتماد وقلت مبالات کی وجہ سے مشاہد ہے کہ "حی علی الصلاۃ" پر کھڑے ہونے سے امام کی تحریمہ کے وقت

(۱-۲) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، آخر باب صفۃ الصلاۃ، قبیل الفصل: ۱/٤٧٩، دارالفکر. انیس

تک صفوف کا تسویہ نہیں ہوسکتا بلکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ پہلے سے کھڑے ہوجانے پر بھی اگر تسویہ صفوف کا انتظار کیا جاوے تو اقامت اور تحریمہ امام میں فصل کی ضرورت ہوتی ہے پس اس عارض مؤکد کے لئے اس ادب کو ترک کردیں گے اس سے سب سوالوں کا جواب معلوم ہوگیا۔

٢٣/صفر ١٣١٥ھ۔(النور، صفحہ ٨، شوال ١٣٥١ھ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ جماعت کی نماز کے واسطے سب مقتدی اور امام کو "**قد قامت الصلاة**" کے بعد کھڑا ہونا چاہئے اگر "**قد قامت الصلاة**" کہنے سے پہلے کھڑے ہوگئے تو گنہ گار رہوں گے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص وضو کررہا ہو اور اقامت شروع ہوگئی اور وضو کرنے والا وضو سے فارغ ایسے وقت ہوا کہ ابھی مکبر لفظ "**قد قامت الصلاة**" پر نہیں پہنچا تو وہ شخص بھی پہلے بیٹھ کر پھر نماز میں شریک ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ "**قد قامت الصلاة**" کے بعد نماز کے واسطے کھڑا ہونا واجب ہے یا سنت یا مستحب اور "**قد قامت الصلاة**" کہنے سے پہلے کھڑا ہونے سے امام یا مقتدی گنہ گار رہوں گے یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب

اس میں بہت سے اقوال ہیں، مگر سب میں وسعت ہے، کسی نے کسی قول کے اختیار کرنے والے کو گنہ گار نہیں کہا۔ نہ گناہ کی کوئی دلیل ہے، اعلاء السنن حصہ چہارم **باب وقت قیام الإمام والمأمومین للصلاة** میں سب اقوال مع ادلہ جو کہ آثار ہیں لکھے ہیں اور بعض فقہاء ثقات نے ان سب اقوال پر توقیت کا محمل یہ کہا ہے کہ اس سے تاخیر نہ کرے یہ مراد نہیں کہ اس سے تقدیم نہ کرے۔ چنانچہ کتاب مذکور میں ہے:

وقال العلامة الطحطاوي: والظاهر أنه احترازعن التأخير لا التقديم حتى لو قام أول الإقامة لا بأس وحرر، آه. (١)

جیسا ایک ایسے ہی جزئیہ میں "**وهي شروع الإمام في الصلاة مذ قيل قد قامت الصلاة**" تصریح ہے:

ولو أخرحتى أتمها لا بأس به إجماعًا. (كذا في الدرالمختار، قبيل فصل بيان تاليف الصلوٰة)(٢)

اور ترمذی کا اپنی سنن باب الجنائز میں یہ فیصلہ ہے۔

الفقهاء هم أعلم بمعاني الأحاديث، آه. (٣)

کتبه اشرف علی۔ ١٥/رجب ١٣٥٦ھ۔(النور، صفحہ: ٧، شعبان ١٣٥٧ھ) (امداد الفتاویٰ: ١/١٨٤-١٨٩)

(١) حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب صفة الصلاة: ٢١٥/١، بيروت. انيس

(٢) الدرالمختار على صدر ردالمحتار، كتاب الصلاة، آخرباب صفة الصلاة: ٤٧٩/١، دارالفكر. انيس

(٣) وكذلك قال الفقهاء وهم أعلم بمعاني الحديث. (سنن الترمذي، ت: شاكر، باب ماجاء في غسل الميت (ضمن رقم الحديث: ٩٩٠): ٣٠٦/٣. انيس)

اقامت میں "حي علی الصلاة" پر کھڑا ہونا مستحب ہے:

سوال: عبارت شرح وقایہ کی "ويقوم الإمام والقوم عند "حي على الصلاة" ويشرع عند "قد قامت الصلاة"، آیا یہ سنت ہے یا مستحبات یا کچھ اور؟ اگر بارادۂ آراستگی صف قبل "حي على الصلاة" کھڑے ہوجائے تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟ اگر بروقت "حي على الصلاة" امام مع قوم کھڑا ہو لیکن بوجہ صف آرائی بعد "قد قامت الصلاة" نماز شروع کرے تو کیا حرج ہے؟

(المستفتی نمبر: ۹۴۸، متولی جامع مسجد (ڈبروگڈھ، آسام) ۲ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ، م ۲۴ مئی ۱۹۳۶ء)

الجواب

"ويقوم الإمام والقوم عند "حي على الصلاة" ويشرع عند "قامت الصلاة". (۱)

یہ مستحبات میں سے ہے اور یہ بھی جب کہ پہلے سے لوگ اتنے درست ہوکر بیٹھیں کہ کھڑے ہونے کے بعد صفیں درست نہ کرنا پڑیں، بلکہ خود بخود درست ہوجائیں، اس کا خلاف یعنی "حي على الصلاة" سے پہلے کھڑے ہوجانا جب کہ امام موجود ہو مکروہ نہیں، اسی طرح "قد قامت الصلاة" کے بعد نماز شروع کرنا مکروہ نہیں، خصوصاً جب کہ تاخیر اقامت و تسویہ صفوف کی وجہ سے واقع ہو، یہ مسئلہ صرف اسی قدر حیثیت رکھتا ہے، اس سے زیادہ اس کو اہمیت دینا غلط ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۳/۵۰-۵۱)

مالابد منہ میں مسئلۂ "حي على الفلاح" پر مقتدیوں کے کھڑا ہونے کی وضاحت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ ایک مسجد کے پیش امام صاحب فرض نمازوں میں تکبیر کہے جانے کے وقت اس وقت کھڑے ہوتے ہیں جس وقت تکبیر پڑھنے والا "حي على الصلاة" پڑھتا ہے، کچھ لوگ ان کے تکبیر کہے جانے کے وقت "حي على الصلاة" پر کھڑے ہونے پر اعتراض کرتے ہیں، امام صاحب کہتے ہیں کہ امام اور مقتدی دونوں کو "حي على الصلاة" پر ہی کھڑا ہونا چاہیے۔

ثبوت کے لیے امام صاحب کتاب "کشف الحاجۃ المعروف بہ مالابد منہ اردو" کے ص: ۳۱ کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں:

---

(۱) شرح الوقاية، باب الأذان: ١/ ١٣٦، ط: سعيد

(۲) (ولها آداب) تركه لايوجب إساءةً ولاعتابا كترك سنة الزوائد، لكن فعله أفضل (إلى قوله) (والقيام) لإمام و مؤتم (حين قيل "حي على الفلاح" الخ. ثم قال: (وشروع الإمام) في الصلاة (مذ قيل "قد قامت الصلاة") ولو أخر حتى أتمها لابأس به إجماعًا، وهو -أي التاخير- أعدل المذاهب. (الدر المختار على صدر رد المحتار، قبيل فصل تاليف الصلاة: ١/ ٤٧٧-٤٧٩، انيس)

''سنت کے طریقہ پر نماز پڑھنے کے بیان میں''۔''طریق سنت کا یہ ہے کہ فرضوں میں اذان اور تکبیر کہی جائے اور نزدیک''**حی علی الصلاۃ**'' کے امام کھڑا ہوئے''۔

اور دوسری کتاب''مظاہر حق جدید مع متن مشکوۃ شریف قسط ہشتم، ج:۱ص:۳۹'' کی یہ حدیث مع تشریح لکھتے ہیں کہ!

''حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب تکبیر کہی جائے، تو تم اس وقت کھڑے نہ ہو، جب تک مجھ کو حجرے سے برآمد ہوتے نہ دیکھ لو''۔

تشریح: فقہا نے لکھا ہے کہ تکبیر کہنے والا جب''**حی علی الصلاۃ**'' کہے تو مقتدی اس وقت کھڑے ہوں'' الخ۔

لہٰذا آنجناب سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ آیا یہ کتابیں ہیں بھی یا نہیں؟ نیز معتبر ہیں یا نہیں اور امام صاحب کا''**حی علی الصلاۃ**'' پر کھڑے ہونا درست ہے یا غیر درست؟ کتاب مذکورہ میں حوالہ جات صحیح ہیں یا نہیں۔فقط

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

''مالابدمنہ'' وغیرہ سے جو مسئلہ نقل کیا ہے، یہ اس وقت کا ہے جب امام ومقتدی سب صف وغیرہ درست کر کے محراب اور اس کے قریب بیٹھے ہوں، ورنہ اگر امام نماز پڑھانے کے لیے باہر سے آتا ہوا نظر آئے، تو نظر آتے ہی سب لوگ کھڑے ہو کر صف وغیرہ درست کرنے میں لگ جائیں، جیسا کہ خود سوال میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت ''مظاہر حق'' سے پیش کیا ہے۔اور اگر امام سامنے سے نماز پڑھانے کے لیے آتا ہوا نظر نہ آئے، بلکہ پیچھے سے آئے، تو جس صف میں پہنچتا جائے اس صف کے لوگ کھڑے ہو کر صفیں درست کرنے میں مشغول ہوتے رہیں، جیسا کہ فقہ حنفی کی بہت معتبر کتاب ''درمختار، ص:۳۳۱ مع الشامی وطحطاوی وغیرہ میں بایں الفاظ مذکور ہے۔

(ولھاآداب)ترکه لایوجب إساء ةولاعتابًا... (وإلا فیقوم کل صف ینتھی إلیه الإمام علی الأظھر).(۱)

اور یہ بات کسی نے نہیں کہی کہ امام آگے سے پیچھے سے کہیں سے بھی آئے، پہلے آکر مصلیٰ پر بیٹھ جائے، پھر جب مکبر تکبیر کہتا ہوا **حیعلتین** پر پہنچے، تو امام ومقتدی کھڑے ہوں اور اس کو ضروری یا واجب قرار دیا جائے اور اس کے خلاف کرنے والے پر نکیر کی جاے، بلکہ ایسا کہنا اور اس پر اصرار کرنا لوگوں کی من گھڑت باتیں اور احداث فی الدین اور بدعت ہے، جو واجب الاصلاح ہے۔پوری روایات اور گفتگو ابوداؤد شریف اور اس کی شرحوں میں ہے۔نیز فقہ حنفی کی کتابوں میں بھی ہے، مثلاً: طحطاوی علی الدر وغیرہ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند۔۹/۱۰/۱۴۰۹ھ۔

الجواب صحیح، حبیب الرحمٰن خیرآبادی، مفتی دارالعلوم دیوبند۔(نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول:۱۱۷-۱۱۹)

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلاۃ، آخر باب صفة الصلاۃ، قبیل الفصل.انیس

”حی علی الصلاۃ“ کے وقت کھڑا ہونا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ!

کٹیہار کے اکثر مقامات پر اقامت صلاۃ کی یہ صورت رائج ہے کہ مؤذن تنہا کھڑا رہ کر اقامت صلاۃ شروع کرتا ہے اور تمام مصلی بیٹھے رہتے ہیں ”حی علی الصلاۃ“ پر امام اور مقتدی کھڑے ہوتے ہیں اور ”قد قامت الصلاۃ“ پر امام نیت باندھتا ہے، اس طریقہ پر بعض جگہ پر اس قدر اشتداد (شدت) برتا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص ”حی علی الصلاۃ“ سے پہلے کھڑا ہو جائے، تو اسے بالجبر بٹھا دیا جاتا ہے، پس کیا اس طریقہ کو مسنون اور مطابق فقہ حنفی کہا جائے گا؟ اور کیا درجہ وجوب میں ہے کہ خلاف اس کا موجب گناہ ہو؟ فقط　　(احقر محمد ابراہیم خان)

الجواب ــــــــــــ حامداً ومصلیاً

”ومن الأدب القيام: أى قيام القوم والإمام إن كان حاضرًا بقرب المحراب حين قيل أى وقت قول المقيم: ”حى على الفلاح“؛ لأنه أمر به فيجاب. وإن لم يكن حاضرًا يقوم كل صف حين ينتهى إليه الإمام فى الأظهر. ومن الأدب شروع الإمام أى إحرامه مذ قيل أى عند قول المقيم: ”قد قامت الصلاة“ عندهما. وقال أبو يوسف رحمها اللّٰه تعالىٰ: يشرع إذا فرغ من الإقامة، فلو أخر حتىٰ يفرغ من الإقامة لابأس به“. (مراقى الفلاح، ص: ٦١)(١)

وأيضاً: (والقيام) لإمام ومؤتم (حين قيل ”حى على الفلاح“) خلافاً لزفر، فعنده عند ”حى على الصلاة“ ابن كمال. (إن كان الإمام بقرب المحراب، وإلا فيقوم كل صف ينتهى إليه الإمام على الأظهر) وإن دخل من قُدام قاموا حين يقع بصرهم عليه، إلا إذا قام الإمام بنفسه فى مسجد فلا يقفوا حتىٰ يتم إقامته، ظهيرية، وإن خارجه قام كل صف ينتهى إليه الإمام، بحر. (وشروع الإمام) فى الصلاة (مذقيل: ”قد قامت الصلاة“) ولو أخر حتىٰ أتمها لا بأس به إجماعاً، وهو قول الثانى والثالثة، وهو أعدل المذاهب كما فى شرح المجمع لمصنفه، وفى القهستانى معزياً للخلاصة: أنه الأصح. (الدر المختار)(٢)

قال الطحطاوى: (قوله: والقيام لإمام ومؤتم، الخ) مسارعة لامتثال أمره، والظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم حتى لو قام أول الإقامة لا بأس به. وحرر (قوله: أنه الأصح): أى فالأخذ به أولىٰ؛ لأنه لايقع اشتباه على المصلين“. (الطحطاوى على الدر المختار: ١/٢١٥)(٣)

(١) مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل من آدابها، ص: ٢٧٧-٢٧٨، قديمى
(٢) الدر المختار على صدر ردالمحتار، كتاب الصلاة، آخر باب صفة الصلاة، قبيل الفصل: ١/٤٧٩، سعيد
(٣) حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ١/٢١٥، دار المعرفة، بيروت

عباراتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ”حی علی الفلاح“ یا ”حی علی الصلاۃ“ کے وقت قوم اور امام کا کھڑا ہونا صرف آداب میں ہے واجبات میں نہیں کہ اس کے ترک پر گناہ ہو(۱) کہ امام مصلی پر یا اس کے قریب پہلے سے موجود ہو، اگر امام وہاں موجود نہ ہو بلکہ کسی دوسری جگہ سے سامنے آئے، تو جس وقت امام پر نظر پڑے اسی وقت سب کو کھڑا ہوجانا چاہئے، اگر مصلے کے سامنے نہیں ہے بلکہ مقتدیوں میں ہوکر دوسری جانب سے یعنی پیچھے سے آئے، تو جس صف میں پہنچتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے، حتی کہ مصلے پر پہنچنے کے وقت سب صفیں کھڑی ہو جائیں، نیز ”حی علی الفلاح“ یا ”حی علی الصلاۃ“ کے وقت کی تعیین اس لئے ہے کہ اس کے بعد تک بیٹھے رہنا نہیں چاہئے، یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے کھڑا ہونا منع ہے۔

امام کو ”قد قامت الصلاۃ“ کی قت نماز شروع کر دینا بھی واجب نہیں، پس اگر تکبیر ختم ہونے کا انتظار کیا اور ختم ہونے پر امام نے نماز شروع کی تو بالاتفاق اس میں کوئی گناہ نہیں، بلکہ بہت سے فقہا نے اسی کو اختیار فرمایا ہے، پس ان چیزوں پر اتنا تشدد کرنا مسائل سے ناواقفیت کی دلیل ہے، (۲) اس تشدد سے رکنا واجب ہے، نہ مقتدی کو ابتدائے اقامت میں کھڑا ہونا گناہ ہے کہ اس کو جبراً بٹھایا جائے، نہ کہ امام کو ”قد قامت الصلاۃ“ کے وقت نماز شروع کرنا واجب ہے کہ ختم کے انتظار کو گناہ کہا جائے۔ جو شئی بالاتفاق مستحب ہو اس کے ساتھ واجب کا سا معاملہ کرنا بھی ناجائز ہے، ہر شئی کو اس کی حد پر رکھنا چاہئے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۱۹/۱۰/۷ ۱۳۵ھ/الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/شوال/۷ ۱۳۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۷۶/۵-۴۷۸)

---

(۱)　”(ولها آداب)تركه لا يوجب إساءةً ولا عتاباً كترك سنة الزوائد،لكن فعله أفضل“.(الدر المختار على صدر ردالمحتار، كتاب الصلاة باب صفة الصلاة: ٤٧٧/١ ،سعيد)

(۲)　”(وشروع الإمام)...(مذ قيل:قد قامت الصلاة)ولو أخر حتى أتمها لابأس به إجماعاً،وهو قول الثاني والثلاثة، وهو أعدل المذاهب كما في شرح المجمع لمصنفه،وفي القهستاني معزياً للخلاصة:أنه الأصح“.(الدر المختار)

وفي رد المحتار:”(قوله:لا بأس به إجماعاً)أي لأن الخلاف في الأفضلية،فنفي البأس:أي الشدة ثابت في كلا القولين وإن كان الفعل أولىٰ في أحدهما.(قوله:أنه الأصح)لأن فيه محافظة علىٰ فضيلة متابعة المؤذن وإعانة له على الشروع مع الإمام“.(كتاب الصلاة،آخر باب صفة الصلاة،قبيل الفصل: ٤٧٩/١ ،سعيد)

(۳)　”قال الطيبي في حاشية المشكوٰة:فيه أن من أصر علىٰ مندوب،و جعله عزمًا،ولم يعمل بالرخصة،فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال،فكيف من أصر علىٰ بدعة أو منكر“.(السعاية في كشف ما في شرح الوقاية،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،منها استحباب الانصراف عن أحد الجانبين: ٢٦٣/٢ ، سهيل اكيڈمی لاهور)

"حی علی الصلاۃ" پر قیام:

سوال: جو بدعتی اس مسجد میں فجر کی نماز میں آتے ہیں وہ کبھی عصر کی نماز میں بھی آتے ہیں تو وہ بعد نماز مصافحہ کرتے ہیں اور ""حی علی الصلاۃ" پر کھڑے ہوتے ہیں تو کیا میں بھی اس مسجد میں ان کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز پڑھوں اور ان کا یہ فعل بھی کروں؟ ورنہ اگر نہ کروں گا تو ہوسکتا ہے کہ مجھے نماز پڑھنے سے روک دیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر دوسری مسجد نہیں تو اسی مسجد میں ان کے ساتھ جماعت میں شریک ہوکر نماز پڑھ لیا کریں۔(۱) "حی علی الصلاۃ" یا "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونے پر یا نہ ہونے پر کوئی جھگڑا نہ کریں، کبھی پہلے سے کھڑے ہو جایا کریں، یہ مسئلہ جھگڑے کا نہیں، نماز عصر کے بعد اگر تسبیح وتلاوت میں جلدی ہی مشغول ہو جائیں اور ان کو ذکر میں مشغولی کے وقت مصافحہ نہیں کرنا چاہئے؛(۲) تو امید ہے کہ وہ آپ کو معذور قرار دیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۴۷۸/۵-۴۷۹)

"حی علی الصلاۃ" پر قیام:

سوال: جگدل ضلع چوبیس پرگنہ میں کی چند مسجد اس میں فرض نماز اور جمعہ کے لئے لوگ آتے ہیں اور کیف ما اتفق بیٹھ جاتے ہیں، جب مؤذن "حی علی الصلاۃ " پر پہنچتا ہے کھڑے ہو جاتے ہیں، تسویۂ صفوف کا انتظام بالکل نہیں کرتے ہیں، تاکید کرنے سے بھی صفیں سیدھی نہیں ہوتیں کیونکہ وقت بہت تنگ ہوتا ہے، صفوف کا سیدھا کرنا واجب ہے، کیونکہ حدیث صحیحہ میں تاکید آئی ہے، آیا بغیر تسویۂ صفوف کسی امر مندوب یا جائز پر عمل کرنا درست ہے، واجب کے ترک سے امر مندوب یا جائز میں کس قسم کی خرابی لازم نہیں آئے گی؟

موطأ امام محمد، ص: ٨٦، باب تسوية الصف میں: "حتى ينبغي للقوم إذا قال المؤذن "حي على الفلاح" أن يقوموا إلى الصلاة، فيصفوا ويسووا الصفوف ويحاذوا بين المناكب الخ" (۳)

(۱) ويكره تقديم المبتدع أيضاً؛ لأنه فاسق من حيث الاعتقاد، وهو أشد من الفسق من حيث العمل؛ لأن الفاسق من حيث العمل يعترف بأنه فاسق ويخاف ويستغفر بخلاف المبتدع، والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئاً على خلاف ما يعتقده أهل السنة والجماعة، وإنما يجوز الاقتداء به مع الكراهة إذا لم يكن ما يعتقده يؤدي إلى الكفر عند أهل السنة، أما لو كان مؤدياً إلى الكفر فلا يجوز أصلاً". (الحلبي الكبير، الأولىٰ بالإمامة، ص: ٥١٤، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) فيكره السلام على مشتغل بذكر الله تعالىٰ بأي وجه كان". رحمتي. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره: ٦١٦/١، سعيد)

(۳) والعبارة بتمامها: "قال محمد: ينبغي للقوم إذا قال المؤذن: "حي على الفلاح" أن يقوموا، ==

سے ثابت ہوتا ہے کہ تسویۂ صف کا وقت ''**حی علی الفلاح**'' پر اٹھنے کے بعد ہے۔ یہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ!

''**سووا صفوفكم،فإن تسوية الصفوف من إقامة الصلاة**''.(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ تسویۃ الصفوف کا وقت قبل اقامت ہے، اور بدائع الصنائع میں: ۱/۱۰۰، میں **حی علی الفلاح** کے قبل اٹھنا ممنوع لکھا ہے، (۲) عالمگیری وغیرہ میں اس کے خلاف مسئلہ لکھا گیا ہے (۳) جو باعث خلجان ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ احادیث صحیحہ اور اقوال فقہا میں کیا تطبیق ہے؟ موطأ امام محمد اور بدائع الصنائع کے اقوال پر عمل کرنا دیگر کتب فقہ کے اقوال کو چھوڑ کر کیسے ممکن ہے؟ عملِ واجب مقدم ہے یا مستحب؟ استحباب ثابت کرنے کے لئے ''**ينبغي**'' کا لفظ جیسا کہ موطأ امام محمد میں منقول ہے، کافی ہے؟

''**حی علی الفلاح**'' کے وقت کھڑے ہونے کا التزام عملاً مثل واجب کرنا واجب کو چھوڑتے ہوئے جائز یا درست ہے یا ممنوع ہے؟ اس عمل میں واجب پہچاننے کے لئے کیا معیار ہیں؟ لہٰذا اس مسئلہ میں آج کل جگہ جگہ جو طریق مروج ہے؛ اس پر اس قسم کے اشکالات ہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلياً

اصل مسئلہ کا حکم اس سے قبل عبارتِ فقہ سے استشہاد کے ساتھ آپ کے پاس ارسال کیا جا چکا ہے، اب بحث اس کے ماخذ اور حدیث وفقہ میں تعارض وتطابق سے باقی رہ گئی، فقہا کے کلام میں عبارتیں بہت مختلف ہیں، بلکہ ایک ہی مصنف

== فيصفوا ويسووا الصفوف،ويحاذوا بين المناكب،فإذا أقام المؤذن الصلاة،كبر الإمام،وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ "(الموطأ للإمام محمد رحمه الله تعالىٰ،باب تسوية الصفوف،ص:٨٦-٨٧،مير محمد كتب خانه)

(۱) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال:"سووا صفوفكم،فإن تسوية الصفوف من إقامة الصلاة".(صحيح البخاري،كتاب الأذان،باب إقامة الصف من تمام الصلاة:١/١٠٠، قديمي)

(۲) "فكان ينبغي أن يقوموا عند قوله:"حي على الصلاة"لما ذكرنا،غير أنا نمنعهم عن القيام كيلا يلغو قوله"حي على الفلاح"؛لأن من وجدت منه المبادرة إلىٰ شيء فدعاه إليه بعد تحصيله إياه لغو من الكلام"(بدائع الصنائع،كتاب الصلاة،فصل في سنن الصلاة:٢/٢٥،دار الكتب العلمية،بيروت)

(۳) إن كان المؤذن غير الإمام،وكان القوم مع الإمام في المسجد،فإنه يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن:"حي على الفلاح"عند علمائنا الثلاثة،وهو الصحيح،فأما إذا كان الإمام خارج المسجد، فإن دخل المسجد من قبل الصفوف،فكلما جاوز صفًا،قام ذلك الصف،وإليه مال شمس الأئمة الحلواني و السرخسي وشيخ الإسلام خواهرزاده.وإن كان الإمام دخل المسجد من قُدامهم يقومون كما رأوا الإمام".(الفتاویٰ الهندية،كتاب الصلاة،الباب الثاني في الأذان،الفصل الثاني في كلمات الأذان،آه:١/٥٧،رشيدية)

نے ایک جگہ کچھ لکھا اور دوسری جگہ اس کے خلاف لکھا ہے، اسی طرح اقوال صحابہ وتابعین کا حال ہے، اس لئے جس جگہ اختلافِ مذاہب کی تصریح ہو تو اختلاف مذاہب پر حمل کیا جائے اور جہاں یہ ممکن نہ ہو وہاں تقیید کے ذریعہ سے محل علیحدہ علیحدہ متعین کرلیا جائے اور تقیید کی صورت وہی ہے جو اس سے پہلے مذکور ہوئی ہے یعنی اگر امام محراب کے قریب مصلے پر ہو اور سب مقتدی اپنی اپنی جگہ پر ہوں، تو ''حی علی الفلاح'' کے وقت ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اور ''قد قامت الصلاۃ'' کے وقت (علی النقل الصحیح) زفر وحسن رحمہما اللہ کے نزدیک کھڑے ہوں۔

اگر امام مصلے پر موجود نہ ہو، بلکہ صفوف کی طرف سے داخل ہو، تو جن صفوں تک پہنچتا جائے، مقتدی کھڑے ہوتے جائیں، اگر سامنے کی جانب سے آئے، تو جس وقت امام پر نظر پڑے اسی وقت فوراً کھڑے ہو جائیں۔

یہ تفصیل درمختار: ۱/۴۵۹، سے نقل کی گئی ہے۔(۱) بدائع: ۱/۲۰،(۲) عالمگیری: ۱/۵۷،(۳) وغیرہ(۴) میں بھی یہ تفصیل موجود ہے۔

لہٰذا اگر کسی جگہ ''حی علی الصلاۃ'' یا ''حی علی الفلاح'' یا ''قدقامت الصلاۃ'' سے پہلے کھڑے ہونے کی کراہت یا ممانعت مذکور ہے، تو اس کا محمل یہ ہے کہ امام محراب کے قریب مصلے پر موجود نہ ہو، یا کراہت تنزیہی مراد لی جائے جس کو 'جائز' 'خلاف اولیٰ'، 'لا بأس' سے تعبیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، یا قیام سے مراد قیام بحقیقۃ الصلاۃ یعنی تکبیر ہو، مگر یہ احتمال حدیث میں ہوسکتا ہے، یا تاخیر سے احتراز ہو، تقدم سے نہ ہو۔

(۱) (والقیام) لإمام ومؤتم (حین قیل ''حی علی الفلاح'') خلافاً لزفر، فعنده عند ''حی علی الصلاۃ'' ابن کمال. (إن کان الإمام بقرب المحراب، وإلا فیقوم کل صف ینتهی إلیه الإمام علی الأظهر) وإن دخل من قُدام قاموا حین یقع بصرهم علیه...(وشروع الإمام) فی الصلاۃ (مذ قیل ''قد قامت الصلاۃ''). (الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، قبیل الفصل: ۱/۴۷۹، سعید)

(۲) ''ولأن القیام لأجل الصلاۃ لایمکن أداؤها بدون الإمام، فلم یکن القیام مفیدًا، ثم دخل الإمام من قُدام الصفوف، فکلما رأوه قاموا؛ لأنه کما دخل المسجد قام مقام الإمامة، وإن دخل من رواء الصفوف، فالصحیح أنه کلما جاوز صفاً قام ذلک الصف''. (بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل فی سنن الصلاۃ: ۱/۲۷، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۳) (''إن کان المؤذن غیر الإمام، وکان القوم مع الإمام فی المسجد، فإنه یقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن ''حی علی الفلاح'' عند علمائنا الثلاثة، وهو الصحیح، فأما إذا کان الإمام خارج المسجد، فإن دخل المسجد من قبل الصفوف، فکلما جاوز صفاً قام ذلک الصف، وإلیه مال شمس الأئمة الحلوانی والسرخسی وشیخ الإسلام خواهرزاده. وإن کان الإمام دخل المسجد من قُدامهم یقومون کما رأوا الإمام''. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاۃ، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان آه: ۱/۵۷، رشیدیة)

(۴) ''عند زفر یقومون حین قیل ''قد قامت الصلاۃ'' الأولیٰ، ویحرمون عند الثانیة''. (تبیین الحقائق، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ: ۱/۲۸۳، دار الکتب العلمیة، بیروت)

”عن أبی قتادة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم:
”إذا أقیمت الصلاة فلا تقوموا حتیٰ ترونی قد خرجت“. (رواه الجماعة إلا ابن ماجة، ولم یذکر البخاری فیه ”قد خرجت“)(۱) کذا فی نیل الأوطار)(۲)

”عن أنس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أنه کان یقوم إذا قال المؤذن ”قد قامت الصلاة“. (رواه ابن المنذر وغیره)(۳)

”عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أن الصلاة کانت تُقام لرسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه و سلم، فیأخذ الناس مصافهم قبل أن یقوم النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم مقامه“. (رواه مسلم)(۴)

”وأخرج عن جابر بن سمرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أن بلالاً لایقیم حتیٰ یخرج النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم، فإذا خرج أقام الصلاة حین یراه“. إلیٰ آخر قوله: ”عن أبی قتادة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه“ الخ.

قلت: فیه دلالة علیٰ أن لا یقوم الناس فی الصف ولو شرع المؤذن فی الإقامة، بل ولو کان أتمها حتیٰ یرأوا الإمام خارجاً من حجرته أو من باب المسجد متوجهاً إلی الصلاة، هذا إذا کان الإمام غائباً عن المسجد وقت الإقامة عازباً عن القوم، وأما إذا کان فیه أو بقربه بمرایٰ منهم فسیأتی حکمه.

قال الحافظ فی الفتح: ۱۰۱/۱، (۵) قال القرطبی: ظاهر الحدیث أن الصلاة کانت تُقام قبل أن یخرج النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم من بیته، وهو معارض لحدیث جابر ابن سمرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه ”أن بلالاً کان لایقوم حتیٰ یخرج النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم، أخرجه مسلم. (۶)

ویجمع بینهما بأن بلالاً کان یراقب خروج النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم، فأول ما یراه یشرع فی الإقامة قبل أن یراه غالب الناس، ثم إذا رأوه قاموا، فلا یقوم فی مقامه حتیٰ تعتدل صفوفهم.

قلتُ: ویشهد له ماروا ه عبد الرزاق عن بن جریج عن ابن شهاب:

(۱) صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب متیٰ یقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ۸۸/۱، قدیمی

(۲) نیل الأوطار، أبواب الأذان، المحافظة علی الأذان عند دخول وقت الظهر بدون تقدیم ولا تأخیر، ولا یقیم المؤذن حتیٰ یری الإمام والدلیل علیٰ ذلک: ۳۱/۲، دار الباز للنشر والتوزیع عباس أحمد البازمکة المکرمة

(۳) فتح الباری، کتاب الأذان، باب متیٰ یقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ۱۵۳/۲، قدیمی

(۴) الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب متیٰ یقوم الناس للصلاة: ۲۲۱/۱ (ح: ۶۰۵-۶۰۶) قدیمی

(۵) فتح الباری، کتاب الأذان، باب متیٰ یقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ۱۵۳/۲، قدیمی

(۶) الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب متیٰ یقوم الناس للصلاة (ح: ۶۰۶) انیس

"أن الـنـاس كـانوا ساعة يقول المؤذن: اللّٰه أكبر، يقومون إلى الصلاة فلا يأتي النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم مقامه حتىٰ تعتدل الصفوف".

قال المؤلف: ويمكن حمل حديث جابر رضى اللّٰه تعالىٰ عنه علىٰ ما بعد النبي أيضاً.

أما حديث أبى هريرة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه الذى أخرجه البخارى بلفظ: "أقيمت الصلاة فيسوى الناس صفوفهم، فخرج النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم".

ولفظه فى مستخرج أبى نُعيم: "فصف الناس صفوفهم، ثم خرج علينا".

ولـفظه عند مسلم: "أقيمت الصلاة، فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم".

فيـجمع بينه وبين حديث أبى قتادة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه بأن ذلك ربما وقع لبيان الجواز، وبأن صـنيعهـم فـى حديث أبى هريرة كان سبب النهى عن ذلك فى حديث أبى قتادة رضى اللّٰه تعالىٰ عـنـه، وأنهم كانوا يقومون ساعة تُقام الصلاة، ولو لم يخرج النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم، فنهاهم عن ذلك لاحتمال أن يقع له شغل يبطى فيه عن الخروج فيشق عليهم انتظاره، الخ.

وبـالـجـمـلة إذا لـم يـكـن الإمام مع القوم فالجمهور علىٰ أنهم لا يقومون حتىٰ يروه بمقتضىٰ حديث المتن. (كما فى العمدة للعينى: ٢/٢٧٦)(١)

"وهـو قـولـنا معشر الحنفية. أثر أنس فى الظاهر دليل لزفر، وفى المعنىٰ دليل للطرفين إذا أريد بـالـقـيـام الـقيام بحقيقة الصلاة، وهو التكبير، وأما القيام من الجلوس، فلا بد أن يتقدمه، والأمر فى كل ذلك واسع، واللّٰه تعالىٰ أعلم".

وقـال الـعـلامة الـطـحطاوى: الظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقدم، حتىٰ لو قام أول الإقامة لا بأس، وحرر، الخ". (٢)(إعلاء السنن، ص: ٣٥٦-٣٥٨)(٣)

موطأ امام محمد کے حاشیہ پر طویل بحث کے بعد لکھا ہے:

"والأمـر فـى هـذا البـاب واسـع ليـس لـه حد مضيق فى الشرع، واختلاف العلماء فى ذلك لاختيار الأفضل بحسب ما لاح لهم، الخ". (۴)

(١) قـال البـدر العينى: "وإذا لن يكن الإمام فى المسجد فذهب الجمهور إلىٰ أنهم لا يقومون حتىٰ يروه". (عمدة القارى: ٥/٢٢٥، كتاب الأذان، باب متىٰ يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(٢) حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ١/٢١٥، دار المعرفة، بيروت

(٣) إعلاء السنن، أبواب الإمامة، باب وقت قيام الإمام والمأمومين للصلاة: ٤/٣٢٥-٣٢٨، إدارة القرآن، كراچى

(۴) التعليق الممجد علىٰ موطأ إمام محمد، باب تسوية الصفوف، ص: ٨٧، حاشية: ٢، مير محمد كتب خانه

مندوبات پر اصرار کرنا اور ان کو وجوب کا درجہ دینا جائز نہیں؛ بلکہ اس سے کراہت آجاتی ہے،(۱) اور جس مندوب سے ترکِ واجب ہوتا ہو اس کا ترک واجب ہوتا ہے، لہٰذا جب کہ تسویہ صفوف میں خلل پڑتا ہو تو اول اقامت سے قیام کر کے تسویۂ صفوف کر لیا جائے، ایسی حالت میں کوئی کراہت کسی قول کے مطابق نہیں، واجب پہچاننے کا معیار دلیل ہے، جس درجہ کی دلیل اسی درجہ کا حکم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۹/۷/۱۳۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۷۹/۵-۴۸۵)

"حی علی الفلاح" کہنے کے وقت امام کا کھڑا ہونا:

سوال: بعض پیش امام اقامت کہتے وقت مصلے سے جدا کھڑے رہتے ہیں، جب "حی علی الفلاح" پڑھا جاتا ہے، اس وقت مصلے پر آ کر کھڑے ہوتے ہیں، اس کی بابت کیا مسئلہ ہے؟

الجواب

قال في مراقي الفلاح: ومن الآداب قيام القوم والإمام إن كان حاضرًا بقرب المحراب حين قيل أي وقت قول المقيم "حي على الفلاح" الخ. (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ ادب نماز کا یہ ہے کہ اگر امام اقامت کے وقت موجود ہو تو امام اور تمام مقتدی "حَيَّ عَلٰى الْفَلَاح" پر کھڑے ہوں؛ اس سے پہلے بیٹھے رہیں، باقی اس سے پہلے مصلے سے الگ کھڑے رہنا؛ اس کی کوئی اصل نہیں۔ (۳) واللہ اعلم

۳/ رمضان ۱۳۴۰ھ۔ (امداد الاحکام: ۸۴/۲-۸۵) ☆

(۱) قال الطيبي في حاشية المشكوٰة: فيه أن من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب في صفة الصلاة، ومنها استحباب الانصراف عن أحد الجانبين، قبيل فصل في القراءة: ۲۶۳/۲، سهيل اكيڈمی لاهور) (كذا في الكاشف عن حقائق السنن شرح المشكوٰة للطيبي، باب الدعاء في التشهد: ۱۰۵۱/۳. انيس)

(۲) حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في آدابها: ۲۷۷/۱. انيس

(۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول صفوں پر بیٹھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا انتظار کرنا تھا۔ انیس

☆ جمعہ کی نماز کے لئے "حی علی الفلاح" پر کھڑا ہونا:

سوال: مقتدیوں کو نمازِ جمعہ کے لئے خطبہ کے ختم ہوتے ہی کھڑا ہونا چاہئے یا امام کے مصلی پر جانے اور مکبر کے تکبیر کہنے کا انتظار کیا جائے، مسنون طریقہ کیا ہے؟

==

”قد قامت الصلاۃ“ پر سب مقتدیوں کا کھڑا ہونا:

سوال (۱) حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الصلاۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ ایک شخص اقامت کے وقت بیٹھا رہتا ہے اور ”حی علی الصلاۃ“ پر کھڑا ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ تو فرمایا: ”لاحــــرج“ پھر پوچھا ایک شخص شروع اقامت سے کھڑا ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہے، تو آپ نے فرمایا: ”لاحرج“.

حضرت سے دریافت طلب ہے کہ آیا یہ روایت صحیح ہے اور ”کتاب الصلاۃ“ سے کونسی کتاب مراد ہے؟ اس کتاب کا کیا نام ہے؛ جس کتاب الصلاۃ میں آپ نے فرمایا، یعنی باب الصلاۃ اور کتاب الصلاۃ سے مطلب نہیں ہے، مطلب کونسی کتاب ہے؛ جس میں آپ نے کتاب الصلاۃ میں یہ فرمایا؟

(۲) اور اس عبارت کا کیا مطلب ہے:

”عن ابن شهاب أن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن: الله أكبر، يقومون إلى الصلاة، فلا يأتى النبى عليه السلام مقامه حتىٰ تعتدل الصفوف“. (فتح البارى)(۱) بينوا وتوجروا.

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اصل تو یہ ہے کہ جس وقت مکبر ”حی علی الفلاح“ کہے اس وقت کھڑا ہونا چاہئے، ((والقيام) لإمام ومؤتم (حين قيل ”حي على الفلاح“)، خلافاً لزفر، فعنده عند ”حي على الصلاة“ (إن كان الإمام بقرب المحراب، وإلا فيقوم كل صف ينتهى إليه الإمام على الأظهر) آه“. (الدر المختار متن الرد، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل الفصل: ٤٧٩/١، سعيد) لیکن احادیث میں صفوف سیدھا کرنے کی نیز درمیان میں جگہ نہ چھوڑنے کی بہت تاکید آئی ہے اور عام طور پر لوگ مسائل سے ناآشنا ہیں، اس لئے تکبیر شروع ہونے سے پیشتر ہی یعنی خطبہ ختم ہوتے ہی کھڑے ہو کر صفیں سیدھی کر لی جائیں، تاکہ تکبیر بھی سب سکون سے سن سکیں اور اس وقت کسی قسم کا شور نہ ہو۔ (عن أبى الزاهرية عن كثير بن مرة عن عبدالله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنه، قال قتيبة: عن أبى الزاهرية عن أبى شجرة ـ لم يذكر ابن عمر ـ أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: ”أقيموا الصفوف وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل ولينوا بأيدى أخوانكم“ ـ لم يقل عيسىٰ: ”بأيدى إخوانكم“ ـ ”ولا تذروا فرجات للشيطان، ومن وصل صفاً وصله الله، ومن قطع صفاً قطعه الله“. قال أبو داؤد: أبو شجرة كثير بن مرة“. (سنن أبى داؤد، باب تسوية الصفوف: ٩٧/١، دار الحديث، ملتان)

”عمرو بن مرة قال: سمعتُ سالم بن أبى الجعد قال: سمعتُ نعمان بن بشير رضى الله تعالىٰ عنه يقول: قال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ”لتُسونّ صفوفكم، أوليخالفنّ الله بين وجوهكم“. (صحيح البخارى، كتاب الأذان، باب تسوية الصفوف: ١٠٠/١، قديمى)) فقط والله سبحانه تعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف۔ ۲۵/ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۹۷/۵-۴۹۸)

(۱) فتح البارى، كتاب الأذان، باب متىٰ يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ١٥٣/٢، قديمى

الجواب ——————— حامداً و مصلیاً

(۱) "کتاب الصلاة" کا قلمی نسخہ حیدرآباد دکن میں موجود تھا، جس میں مسئلہ کا عنوان یہ ہے کہ امام محمد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ ایک شخص اقامت کے وقت بیٹھا رہتا ہے اور "حی علی الصلاة" پر کھڑا ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ تو فرمایا: "لاحرج" پھر پوچھا ایک شخص شروع اقامت سے کھڑا ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "لاحرج". (۱)

(۲) پہلے ایسا ہوتا تھا کہ تشریف آوری سے قبل ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم صف بستہ کھڑے ہوجاتے، ارشاد ہوا کہ "جب تک مجھے نہ دیکھ لو کہ میں آگیا ہوں کھڑے مت ہوا کرو" اس ارشاد پر معمول یہ ہوگیا کہ سب بیٹھے رہتے، جب حجرۂ مبارک سے پردہ اٹھتا اور روئے انور پر مؤذن کی نظر پڑتی وہ فوراً کھڑے ہوکر تکبیر شروع کردیتے، جب ہی سب کھڑے ہوجاتے حتیٰ کہ مصلیٰ مبارک پر جب پہنچتے تو سب کھڑے ہوئے ملتے، نماز شروع ہوجاتی۔

"عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم: إذا "أقیمت الصلاة" أی نودی بألفاظ الإقامة "فلا تقوموا منتظرین للصلاة حتٰی ترونی" أی تبصرونی خرجتُ.

قال الحافظ فی الفتح: قال القرطبی: ظاهر الحدیث أن الصلاة تُقام قبل أن یخرج النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم من بیته ... بأن بلالاً کان یراقب خروج النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فأول ما یراه یشرع فی الإقامة قبل أن یراه غالب الناس، ثم إذا رأوه قاموا، فلایقوم فی مکانه حتٰی تعتدل صفوفهم.

فیجمع بینه وبین حدیث أبی قتادة رضی اللّٰه تعالٰی عنه بأن ذلک ربما وقع لبیان الجواز و بأن صنیعهم فی حدیث أبی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه کان سبب النهی عن ذلک فی حدیث أبی قتادة حدیث، وأنهم کانوا یقومون ساعة تُقام الصلاة ولو لم یخرج النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم، فنهاهم عن ذلک. (بذل المجهود شرح أبی داؤد) (۲) فقط (فتاویٰ محمودیہ: ٥/٤٩٥-٤٩٧)

(۱) قلت: متی یجب علی القوم أن یقوموا فی الصف؟ قال: إذا کان الإمام معهم فی المسجد فإنی أحب لهم أن یقوموا فی الصف إذا قال المؤذن: "حی علی الصلاة"، وإذا قال: "قد قامت الصلاة" کبر الإمام و کبر القوم معه وأما إذا لم یکن الإمام معهم فإننی أکره، لهم أن یقوموا فی الصف والإمام غائب عنه وهذا قول أبی حنیفة ومحمد وأما فی قول أبی یوسف فإنه لایکبر حتی یفرغ المؤذن من الإقامة، قلت: أرأیت إن أخر الإمام ذلک حتی یفرغ المؤذن من الإقامة ثم کبر ودخل فی الصلاة؟ قال: لابأس بذلک. (الأصل المعروف بالمبسوط للشیبانی، باب افتتاح الصلاة ومایصنع الإمام: ١/١٨-١٩. انیس)

(۲) بذل المجهود، کتاب الصلاة، باب فی الصلاة تُقام ولم یأت الإمام ینتظرونه قعودًا: ١/٣٠٧، مکتبة إمدادیة، ملتان

"حی علی الصلاۃ" سے پہلے صف درست کرنے کے لیے کھڑے ہو جانا:

سوال: زید اور بکر میں چند دنوں سے اس بات پر بحث چل رہی ہے کہ آیا نماز میں کس وقت کھڑا ہونا چاہیے؟ زید کہتا ہے کہ جب مکبر "حی علی الصلاۃ" پر پہنچے، اس وقت کھڑا ہونا چاہیے، یہ مستحب ہے۔ قبل سے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے اور حوالہ میں مندرجہ ذیل کتب پیش کرتا ہے (۱) شامی (۲) شرح وقایہ (۳) درمختار (۴) فتاویٰ عالمگیری (۵) بخاری شریف وغیرہا، لیکن بکر کا کہنا ہے کہ میں ان کتابوں کو نہیں مانتا ہوں۔

اب از روئے شرع مطلع فرمائیں کہ جو شخص ان کتب مستندہ اور صحاح ستہ کو نہیں مانتا، ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟
دوم جو مستحب پر مکروہ کو ترجیح دیتا ہے۔ شریعت مطہرہ اسے کیا کہتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ و باللہ التوفیق

"حی علی الصلاۃ" سے پہلے صف سیدھی کرنے کے لیے کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے اور "حی علی الصلاۃ" پر کھڑا ہونا اس وقت مستحب ہے جبکہ پہلے سے صف سیدھی کر کرا کے بیٹھے ہوں، ورنہ تکبیر شروع ہوتے ہی اس طرح کھڑے ہو جانا چاہیے کہ تکبیر ختم ہوتے ہوتے انہیں سیدھی ہو کر تکبیر تحریمہ امام کے ساتھ مل جائے اور امام کو تکبیر ختم ہوتے ہی فوراً بلا فصل و تاخیر کے تحریمہ باندھ لینا چاہیے۔

مذکورہ تمام کتابیں حنفیہ کی سب مستند کتابیں ہیں، ان میں سے کسی کا بھی انکار سخت گستاخی اور غلطی ہے، (۱) اور ان کتابوں میں درج شدہ کا حاصل وہی ہے جو میں نے بیان کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: محمود عفی عنہ۔ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ۱۱۰-۱۱۱)

اگر بدعتیوں کے جماعت میں پھنس جائے، تو اقامت کے وقت کیا کرے:

سوال: تکبیر بیٹھ کر سننا اور "حی علی الصلاۃ" پر کھڑے ہونا ناجائز اور بدعت ہے، یا کہ نہیں اگر ایسی جگہ میں جائیں جہاں اس قسم کے بدعتی لوگ عمل کرتے ہوں، تو وہاں بیٹھ جائیں، تو کوئی شرعاً عیب یا گناہ تو نہیں؟

(۱) وفی المحیط: حکی أن فقیهًا وضع کتابه فی دکان وذهب ثم مر علی ذلک الدکّان فقال صاحب الدکان: هٰهنا نسیت المنشار، فقال الفقیه: عندک کتاب لامنشار، فقال صاحب الدکان: النجار بالمنشار یقطع الخشب وأنتم تقطعون به حلق الناس أو قال حق الناس، فشکی الفقیه إلی الإمام الفضلی یعنی شیخ محمد بن الفضل فأمر بقتل ذلک الرجل، لأنه کفر باستخفاف کتاب الفقه، وفی التتمة: من أهان الشریعة أو المسائل التی لابدمنها کفر. (شرح الفقه الأکبر، فصل فی العلم والعلماء: ۲۱۲، المطبع الحنفی بالهند. انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

تکبیر بیٹھ کر سننا واجب نہیں ہے، بلکہ جب امام نماز پڑھانے کے لیے نکلے، لوگ اس وقت کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کرلیں اور تیاری جماعت میں لگ جائیں اور "حی علی الصلاۃ" تک صفیں سیدھی کرلیں، یہ طریقہ سنت ہے۔ اگر یہ بدعتیوں کے جھرمٹ میں پھنس جائے تو غیر ضروری سمجھتا ہوا جب مناسب ہو کھڑا ہوجاوے، گنجائش سب کی ہے۔ صرف ایک شق کو ضروری سمجھنا غلط اور بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند۔۱۳/۳/۱۳۸۸ھ۔ الجواب صحیح: محمود عفی عنہ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ۱۰۷-۱۰۸) ☆

☆ **اقامت میں مکروہ چیزیں:**

۱۔جس کا وضو نہ ہو یا جس پر غسل واجب ہو اس کی اقامت مکروہ تحریمی ہے لیکن کہنے کے بعد لوٹائی نہ جائے گی۔ (درمختار بر شامی: ۱/۲۶۳)

۲۔عورت، مجنون، کم عقل، مدہوش، بے عقل بچہ اقامت کہہ دے تو لوٹائی نہ جائے گی۔ (درمختار بر شامی: ۱/۲۶۳)

۳۔مسافر کو اقامت چھوڑنا مکروہ ہے گرچہ تنہا ہو۔ (درمختار بر شامی: ۱/۲۶۴)

۵۔اذان ایک شخص اور اقامت دوسرا کہے اور اذان دینے والا اس سے ناراض ہو تو اس کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کو اقامت کہنا مکروہ ہے اور ناراض نہ ہو تو حرج نہیں ہے۔ لیکن جو اذان دے اسی کو اقامت کہنا افضل ہے۔

(طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل: ۲۰۷۔ انیس)

اذان واقامت کے متفرق مسائل:

۱۔مؤذن اذان یا اقامت کہنے کے دوران بے ہوش ہو جائے یا مرجائے یا گونگا ہو جائے یا اس کی زبان نہ چلے اور کوئی تلقین کرنے والا بھی نہ ہو یا وضو ٹوٹ جانے کی وجہ سے بغیر پورا کئے وضو کرنے جائے تو ازسرِ نو کہے (شامی: ۱/۲۶۳) لیکن وضو ٹوٹنے کی صورت میں پورا کر کے وضو کرنے جانا اولیٰ ہے (عالمگیری: ۱/۵۵)

۲۔اذان واقامت کے دوران مؤذن کو سلام کرنا مکروہ ہے اور مؤذن کے لئے بھی سلام وغیرہ کا جواب دینا مکروہ ہے۔ اور فارغ ہونے کے بعد بھی اس پر اس کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔ (عالمگیری: ۱/۵۵)

۳۔اذان واقامت کہنے والے کو اذان یا اقامت کے دوران بات کرنا یا چلنا بھی نہیں چاہئے۔ (عالمگیری: ۱/۵۵) لیکن ضرورت ہو تو حرج نہیں ہے۔

۴۔اگر کسی کے سامنے قضا نماز تنہا پڑھ رہا ہو خواہ مسجد میں ہو یا دوسری جگہ تو اذان واقامت آہستہ کہے تاکہ اس کی قضا ظاہر نہ ہو کیوں کہ گناہ کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔ (شامی وغیرہ)

۵۔سفر میں سب ساتھی حاضر ہوں تو اذان مستحب ہے اور اقامت سنتِ مؤکدہ ہے، اقامت کا چھوڑنا مکروہ ہے اذان کا نہیں۔ خواہ سفر شرعی ہو یا عام بول چال والا۔ (شامی وغیرہ) (طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل: ۲۰۷۔۲۰۸۔ انیس)

اقامت میں بوقت کلمۂ شہادت، امام کا پیٹھ پھیرنا:

سوال: امام تکبیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر اپنی پشت ادباً پھیرے یا نہیں؟

(المستفتی نمبر: ۱٦۵، ۷/رمضان ۱۳۵۲ھ م ۲۵/دسمبر ۱۹۳۲ء)

الجواب

امام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر اپنی پشت نہ پھیرے، کیونکہ پشت پھیرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان لہ۔ (کفایت المفتی: ۴۸/۳)

☆☆☆

(۱) یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم اعظم آنے پر دعا کا ثبوت ملتا ہے، پشت پھیرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ روایتوں میں ہے کہ!

عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص أنه سمع النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم یقول: "إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مایقول ثم صلوا علیّ فإنه من صلی علیّ صلاة صلی اللّٰہ علیه بها عشرًا ثم سلوا اللّٰہ لی الوسیلة فإنها منزلة فی الجنة ولاتنبغی إلا لعبد من عباداللّٰہ وأرجو أن أکون أنا هو،فمن سأل لی الوسیلة حلت له الشفاعة". (الصحیح لمسلم، کتاب الصلاة، باب القول مثل قول المؤذن لم سمعه (ح: ۳۸٤)

ایک دوسری روایت میں ہے:

عن عمر بن الخطاب قال: إن الدعاء موقوف بین السماء والأرض لایصعدمنه شیء حتی تصلی علی نبیک صلی اللّٰہ علیه وسلم. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل الصلاة علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم (ح: ٤٨٦) انیس)

اقامت کی جگہ

مکبّر کہاں کھڑا ہو:

سوال: فرائض کی تکبیر کیلئے مکبّر کا کہاں کھڑا ہونا مشروع ہے۔ بالکل محاذی امام کے یا دائیں بائیں، مستحب و مسنون طریقہ کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

شرعاً اس میں کوئی تحدید نہیں ہے؛ یعنی اقامت کیلئے شرعاً کوئی جگہ محاذی امام یا جانب یمین وشمال معین نہیں ہے۔ حسب موقع وحسب ضرورت جس طرف اور جس موقع پر مکبّر کھڑا ہو کر تکبیر کہے درست ہے اور فقہا کا اقامت کیلئے کوئی جانب اور کوئی جگہ معین نہ کرنا یہی دلیل ہے؛ عدم تعیین وعدم تحدید کی۔ کسی فقہ کی کتاب میں جانب یمین یا شمال یا محاذات کی تخصیص مکبّر کیلئے نہیں کی گئی اور جو کچھ عوام میں مشہور ہے کہ اذان بائیں جانب اور تکبیر داہنی طرف ہو؛ یہ بے اصل ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:٨٦/٢) ☆

اقامت کس جگہ سے کہنی چاہئے:

سوال: کیا تکبیر صف کی دائیں جانب یا بائیں جانب یا دوسری صف یا تیسری صف یا جہاں سے مکبر کو سہولت ہو، دے سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــ وباللہ التوفیق

جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ امام سے قریب دائیں جانب ہو۔ (١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد بشیر احمد۔ ٩ر محرم ١٣٨٩ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:٣٧٨/٢-٣٧٩)

☆ **تکبیر کس جانب سے کہی جاوے:**

سوال: تکبیر بائیں جانب جائز ہے یا نہیں، یا داہنی جانب ہی کہی جاوے؟

الجواب ــــــــــــــــ

تکبیر بائیں جانب بھی درست ہے، داہنی جانب کی کچھ تخصیص نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:١١٦/٢-١١٧) ==

تکبیر کہاں کھڑے ہوکر کہنا افضل ہے:

سوال: اقامت کے وقت مکبر کا امام کے پیچھے کھڑا ہونا کیسا ہے؟ بعض اس کو افضل کہتے ہیں، بندہ کو اس کی دلیل مطلوب ہے۔ براہ کرم تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب ______________

امام کے پیچھے محاذاۃ میں کھڑے ہوکر تکبیر کہنے کا تعامل ہے، اس لئے یہی افضل ہوگا، (۱) جیسے تراویح کی بیس رکعت کے بعد اجتماعی دعا منقول نہیں ہے، لیکن امت اور اکابر کے عمل کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے اور دعا مانگی جاتی ہے، علی ہذا عیدین کی نماز کے بعد تکبیر ثابت نہیں ہے، مگر توارث کی بنا پر تکبیر کہنے کی اجازت دی ہے، بعض نے واجب کہہ دیا ہے۔

ولا بأس به عقب العيد لأن المسلمين توارثوه فوجب اتباعهم وعليه البلخيون. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۷۸٦/۱،باب العيدين،قبيل باب الكسوف)

البتہ حسب ضرورت اور حسب موقع جس طرف اور جس موقعہ پر مکبر کھڑا ہوکر تکبیر کہے درست ہے، شرعی ضرورت کے بغیر ادھر ادھر کنارے پر کھڑے ہوکر تکبیر کہنے کی عادت خلاف اولیٰ ہے، مگر تکبیر قابل اعادہ نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

(فتاویٰ رحیمیہ: ۱۴۵/۵۔ نیز ۳۳۴/۴۔۳۳۵)

== ... فمثلاً إذا صلى رجلان جماعة فإن المأموم ينبغي أن يقف إلى يمين الإمام ولكنه إذا وقف إلى يساره يكون يساره يكون مسيئاً وتجوز صلاته. (الأصل للشيباني،مطلب ينبغي،مقدمه،ط:قطر: ۲٥٦. انيس)

(ويقف الأكثر من واحد)صادق بالإثنين وكيفيته أن يقف واحد بحذائه والآخر عن يمينه ولو جاء واحد وقف عن يسار الأول الذى هو بحذاء الإمام فيصير الإمام متوسطاً ويقف الرابع عن يمين الواقف الذى هو عن يمين من بحذاء الإمام والخامس عن يسار الثالث وهكذا فإذا استوى الجانبان يقوم الجائى عن جهة اليمين وأن ترجح اليمين يقوم عن يسار،قهستانى. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح،فصل فى بيان الأحق بالإمامة: ۳۰٥. انيس)

(۱) وأفضل مكان المأموم إذا كان رجلاً حيث يكون أقرب إلى الإمام لقول النبى صلى الله عليه وسلم: "خير صفوف الرجال أولها وشرها آخرها" وإذا تساوت المواضع فى القرب إلى الإمام فعن يمينه أولىٰ لأن النبى صلى الله عليه وسلم كان يحب التيامن فى الأمور. (بدائع الصنائع،فصل فى بيان مقام الإمام والمأموم: ۱٥۹/۱/المحيط البرهانى،الفصل السابع فى بيان مقام الإمام: ٤۲۳/۱. انيس)

قال المهلب: التيامن فى الأكل والشرب وجميع الأشياء من السنن،وأصله ما أثنى الله به على أصحاب اليمين فى الآخرة. (شرح صحيح البخارى لابن بطال،باب هل يستأذن الرجل من على يمينه: ٧٤/٦)

قال الطيبى: وفيه استحباب التيامن فى كل ما كان من أنواع الإكرام. (شرح المشكوٰة الكاشف عن حقائق السنن: ۲۸۸۰/۹. انيس)

اقامت پہلی صف سے ضروری نہیں:

سوال: مؤذن اقامت اول صف میں پڑھے، یا جس صف میں چاہے، مستحب کیا ہے؟

الجواب

جس صف میں ہو؛ اسی میں اقامت پڑھ سکتا ہے، اس میں کچھ قید نہیں ہے اور صف اول میں ہونا ضروری نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۰۲/۲)

اذان بائیں سے اور تکبیر دائیں سے کہنے کی کچھ حقیقت نہیں:

سوال: اذان بائیں طرف اور تکبیر داہنی طرف کھڑے ہوکر پڑھنا مشہور ہے اور اس پر اکثر اہل علم کا تعامل دیکھا جاتا ہے، بلکہ اس قید وتخصیص کو ضروری وشرعی سمجھتے ہیں اور اس کے خلاف کرنے والے کو ملامت کرتے ہیں اور دعا کے وقت امام کا بائیں طرف منہ کر کے بیٹھنا نہایت ہی مذموم سمجھتے ہیں۔ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

اذان بائیں طرف اور اقامت داہنی طرف ہونے کی کوئی دلیل شرعی نہیں ہے اور کسی حدیث وفقہ کی کتاب میں نہیں ہے، یہ بات غلط مشہور ہے۔ ورنہ ان لوگوں کو جو ایسا کہتے ہیں کوئی دلیل لانی چاہئے۔ بلا دلیل اپنی طرف سے شریعت میں ایسی قیدیں لگانا درست نہیں ہے، یہ یاد رکھنے کی بات ہے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸۸/۲-۸۹)☆

(۱) ويقيم على الأرض هكذا في القنية،وفي المسجد،هكذا في البحر الرائق.(الفتاویٰ الهندية،باب الأذان،الفصل الثاني: ٥٤/١،ظفير)

(۲) عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم:"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد".(الصحيح لمسلم،كتاب الأقضية،باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور.رقم الحديث:١٧١٨)انيس)

☆ تکبیر داہنی جانب اور اذان بائیں جانب ہو اس کا کوئی ثبوت نہیں:

سوال: تکبیر داہنی جانب ہونی چاہئے یا بائیں جانب؟ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اذان بائیں جانب ہو اور تکبیر داہنی جانب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا، اس میں ثواب زیادہ ہے۔ اس کے برعکس کرنا ثواب میں کمی کرنا ہے۔ دوسرے صاحب فرماتے ہیں کہ دونوں امر مساوی ہیں تعین کرنا بدعت ہے، کیونکہ اس کی تعیین ثابت نہیں۔

الجواب

یہ مشہور بے اصل ہے، شریعت میں اس کا کچھ حکم نہیں کہ اذان بائیں جانب ہو اور اقامت داہنی جانب ہو، ==

اقامت کے لئے جگہ کی کوئی تعیین نہیں ہے:

سوال (۱) اگر مجبوراً امام کو خود اقامت کہنی پڑے، تو اپنی جگہ پر کہے یا مقتدیوں کی صف میں آکر پوری تکبیر کہے یا" **قد قامت الصلاۃ**" کے بعد نماز شروع کردے؟

(۲) کیا دوسری صف میں اقامت کہنا جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللّٰه التوفیق

(۱) امام اپنی جگہ پر پوری تکبیر کہہ کر نماز شروع کرے۔(۱)

(۲) دوسری صف میں اگر تکبیر کہی جائے تو بھی جائز ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔۵/۶/۵/۱۳۷۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۱۲۰)

اقامت کے لئے کسی جہت صف کی تعیین نہیں:

سوال: تکبیر داہنی طرف امام کے ہونی چاہئے یا پشت پر یا بائیں جانب؟ کونسی جگہ افضل اور جائز ہے؟

(المستفتی نمبر:۱۶۵، ۷/رمضان ۱۳۵۲ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

تکبیر کے لئے کوئی جہت اور کوئی صف متعین نہیں ہے۔(۳)

جواب دیگر: مسجد میں اذان ایسی جگہ کہنی چاہئے جہاں سے آواز زیادہ نمازیوں کو پہنچے۔ خواہ جنوب میں ہو یا شمال میں۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان لہ۔ (کفایت المفتی:۳/۴۷-۴۸)

== بلکہ جس طرف اتفاق ہو اذان و اقامت درست ہے کچھ کراہت کسی جانب میں نہیں ہے۔ جس نے داہنی جانب تکبیر کہنے میں ثواب زیادہ بتلایا ہے، ان سے دریافت کیا جاوے کہ کسی فقہ میں آپ نے کوئی تصریح دیکھی ہے؛ یا حدیث میں یہ بات ہے، یہ بات تو دوسری ہے کہ داہنی طرف کھڑے ہونے والے مقتدی کو زیادہ ثواب حدیث سے ثابت ہے۔ مگر اقامت داہنی طرف ہونے میں زیادہ ثواب ہونا کہیں نظر سے نہیں گذرا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دار العلوم:۲/۱۱۹-۱۲۰)

(۱-۲) اس لئے کہ تکبیر کے لئے شرعاً کوئی جگہ متعین نہیں ہے۔[مجاہد]

ویقیم علی الأرض هکذا فی القنیة وفی المسجد هکذا فی البحر الرائق. (الفتاویٰ الهندیة، باب الأذان، الفصل الثانی: ۱/٥٦)

(۳) **المرجع السابق. (الفتاویٰ الهندیة، باب الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة وکیفیتهما: ۱/٥٦، ط ماجدیة) والسنة الأذان فی موضع عالٍ والإقامة علی الأرض. (قنیة المنیة، باب الأذان: ۱۲، ط: کلکته. انیس)==**

درمیان صف میں اقامت کہے تو اس کا کیا حکم ہے:

سوال: نمازی زیادہ ہوں تو اقامت کہے۔صف اول میں یا درمیانی صف میں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نمازی کم ہوں اور صف اول میں تکبیر کہنے سے سب کو آواز پہونچی ہو تو تکبیر (اقامت) صف اول میں کہنا بہتر ہے۔ہاں اگر سب کو آواز نہ پہنچے اور درمیان کی کسی صف میں تکبیر کہی جائے کہ جس کی وجہ سے آگے پیچھے سب نمازی سن سکیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ٢٩١/٤)

چلتے ہوئے تکبیر شروع کرنا کیسا ہے:

سوال: اگر مؤذن تکبیر کو چلتے ہوئے شروع کردے اور اپنی جگہ پرپہنچ کر پوری کرے،تو یہ خلافِ سنت ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ خلافِ اولیٰ وخلاف سنت ہے۔إلاأن یکون أحیاناً عن ضرورة.

قال فی الدر المختار: ویستقبل غیر الراکب القبلة بهما ویکره ترکه تنزیهًا،الخ.(١)

ظاہر ہے کہ چلتے ہوئے کبھی استقبال قبلہ بھی ترک ہوجاتا ہے۔

(قوله غیر الراکب)عبارة الإمداد:إلا أن یکون راکباً مسافرًا لضرورة السیر،الخ.(ردالمحتار)(٢)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ١٠٨/٢)

☆☆☆

== ویسن الأذان فی موضع عالٍ والإقامة علی الأرض.(البحرالرائق،کتاب الصلاة،باب الأذان: ٤٤٣/١)

(٤) وفی الهندیة:"والسنة أن یؤذن فی موضع عال یکون أسمع لجیرانه ویرفع صوته".(باب الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة وکیفیتهما: ٥٥/١،ط:ماجدیة)

حاشیه صفحه هذا:

(١۔٢) رد المحتار، باب الأذان: ٣٦١/١۔

اس کے بعد مذکور ہے:

"لأن بلالا أذن وهو راکب ثم نزل وأقام علی الأرض".(رد المحتار، باب الأذان: ٣٦١/١،ظفیر)

کلماتِ اقامت کی تعداد

تکبیر میں کلمات اذان کی تکرار:

سوال: عموماً ہم تکبیر کو دو دفعہ کہتے ہیں، کیا ایک دفعہ تکبیر کو کہنا جائز ہے اور "قد قامت الصلاۃ" دو دفعہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

عندالحنفیہ تکبیر مثل اذان کے یعنی اللہ اکبر اول چار دفعہ اور باقی کلمات دو دو دفعہ کہنا چاہئے اور "قد قامت الصلاۃ" بھی دو دفعہ کہنا چاہئے، ایک ایک دفعہ کہنا کلمات تکبیر کا مذہب حنفیہ کا نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۹۸/۲)

اذان واقامت کے کلمات دو دو بار ہیں، یا ایک ایک بار:

سوال: اذان اور اقامت کے کلمے دو دو بار کہنا درست ہے یا ایک ایک بار کہنا درست ہے؟

هو المصوب

اذان واقامت کے کلمات دو دو بار کہے جائیں گے، اذان مثل اقامت کے ہے، سوائے اس کے کہ اقامت میں الفاظ اقامت (۲) ہیں۔ (۳)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۳۹٦/۱)

---

(۱) والإقامة مثل الأذان عندنا، الخ، ولنا ماروى أبوداؤد عن ابن أبى ليلىٰ عن معاذ، الخ. (غنية المستملي: ۳۵۹/۱، ظفير)

أخرجه عبدالرزاق فى المصنف، باب بدء الأذان (ح: ۱۷۸۸)/ وأبوبكر بن أبى شيبة، باب ماجاء فى الأذان والإقامة كيف هو (ح: ۲۱۱۸)/ وأبوداؤد، باب كيف الأذان (ح: ۵۰٦)/ وابن أبى عاصم فى الآحاد والمثانى (ح: ۱۹۳۹) انيس)

(۲) "قد قامت الصلاة، قد قامت الصلاة". انيس

(۳) عن أنس قال: أمر بلال أن يشفع الأذان وأن يوتر الإقامة إلا الإقامة (أى لفظ قد قامت الصلاة فإنى يثنى). (صحيح البخارى، كتاب الأذان، باب الأذان مثنىٰ مثنىٰ. رقم الحديث: ٦۰۵)

عن معاذ قال: جاء رجل من الأنصار إلى النبى صلى الله عليه وسلم فقال: إنى رأيت فى النوم كأنى مستيقظ أرىٰ رجلا نزل من السماء عليه بردان أخضران نزل علىٰ جذم حائط من المدينة فأذن مثنىٰ مثنىٰ ثم جلس ثم أقام فقال مثنىٰ مثنىٰ. (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ۲۲۰۲۷)

حنفی مؤذن کی اذان اور شافعی مکبر کی تکبیر:

سوال: ایک مسجد میں مؤذن حنفی المسلک اور بقیہ لوگ شافعی ہیں، اذان حنفی دیتا ہے، تکبیر شافعی کہتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

ھــو المصــوب

دریافت کردہ صورت میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔(۱)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۹۸)

اقامت میں دو کلموں کو ملانا:

سوال: اقامت میں ”حی علی الصلاۃ“ و” قد قامت الصلاۃ“ کسرہ کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟

ھــو المصــوب

”قد قامت الصلوٰۃ“ میں صلوٰۃ کی تا پر کسرہ پڑھنا درست نہیں، بلکہ وقف کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔(۲)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۹۸)

تکبیر میں ”قد قامت الصلاۃ“ کے دونوں کلمے ایک سانس سے کہے یا دو سے:

سوال (الف): تکبیر کس طرح پڑھنی چاہئے، ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ہر دو کلمے اکٹھے پڑھے، سوائے ”قد قامت الصلاۃ“ کے، کہ ان کے درمیان سانس توڑے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

(ب) اور بندہ تکبیر میں ”اللّٰــہ أکبـرُ اللّٰـہ أکبرْ“ پڑھتا ہے، یعنی پہلے اکبر پر پیش اور دوسرے پر جزم، اسی طرح دوسرے کلمے بھی ملا کر پڑھے جاتے ہیں، ان کلمات کے پہلے کلمہ کے آخری حرف پر پیش دوسرے پر جزم، پڑھتا ہوں، تو وہ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ٹھیک نہیں۔

(ج) اور تکبیر میں دائیں بائیں منہ پھیرنا امداد الفتاویٰ جلد اول میں لکھا ہے، وہ کہیں بھی شائع نہیں، کیا وجہ ہے، کوئی اختلاف ہے۔ (رب بھرو سے عطر فروش، مین بازار میانچنول ضلع ملتان)

---

(۱) ومنھا: أن من أذن فھو الذی یقیم وإن أقام غیرہ فإن کان یتأذی بذلک یکرہ لأن اکتساب أذی المسلم مکروہ، وإن کان لایتاذی بہ لایکرہ. (بدائع الصنائع: ۱/۳۷۵)

(۲) وفی الإمداد: ویجزم الراء أی یسکنھا فی التکبیر، قال الزیلعی یعنی علی الوقف لکن فی الأذان حقیقة وفی الإقامة ینوی الوقف ... ومرفوعا إلی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: الأذان جزم والإقامة جزم والتکبیر جزم. (رد المحتار علی ھامش الدر المختار، باب الأذان، مطلب فی الکلام علی حدیث ”الأذان جزم“: ۲/ ۵۱)

الجواب

(الف) "قد قامت الصلاة" دومرتبہ ایک ہی سانس میں ہے، کیونکہ پوری اقامت میں حَدَر مطلوب ہے۔ درمختار میں ہے:

(هی)أی الإقامة وكذا الإمامة (أفضل منه)،فتح، (ولايضع)المقيم (أصبعيه فی أذنيه) لأنها أخفض(ويحدر)بضم الدال أی يسرع فيها فلوترسل لم يعدها فی الأصح. (ردالمحتار: ۱/۲۸۶)(۱)

حدر اور ترسّل متقابل ہیں، اذان میں ترسّل مطلوب ہے اور اقامت میں حدر، چونکہ "قد قامت الصلاة" کا استثنا نہیں کیا، اس لئے پوری اقامت میں حدر ہوگا اور مشکوٰۃ شریف والی حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے۔

(ب) پہلے "اللّٰه أكبر" کی رآء کو ساکن پڑھے، باقی کلمات میں بھی پہلے کلمہ کے اخیر کو ساکن پڑھے۔

وفی الإمداد:يجزم الراء أی يسكنها فی التكبير.

وحاصلها: أن السنة أن يسكن الراء من اللّٰه أكبر الأول أويصلها بـ اللّٰه أكبر الثانية فإن سكنها كفی وإن وصلها نوی السكون فحرك الراء بالفتحة. (ردالمحتار،باب الأذان: ۱/۲۸٤)

(ج) بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان۔ ۱۳۹۵/۱۰/۲۷ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۲۳۶۔۲۳۷)

اقامت کے کلمات:

سوال: برسوں اس مسجد اور شہر کی دیگر مساجد میں جو حنفی المسلک ہیں، اقامت میں "اللّٰه أكبر" چار بار، دیگر کلمات دو بار اور اخیر میں "لا إله إلا اللّٰه" ایک بار کہا جاتا رہا ہے، صدر انتظامی کمیٹی کا اصرار ہے کہ "اللّٰه أكبر" دو بار اور دیگر کلمات صرف ایک بار کہے جائیں، اس سلسلہ میں احناف کا مسلک کیا ہے؟ اور اس کی دلیل کیا ہے؟

(خواجہ حبیب الدین، سالار جنگ کالونی)

الجواب

احناف کا مسلک یہی ہے جو آپ نے ذکر کیا ہے کہ تکبیر چار دفعہ کہی جائے اور "لا إله إلا اللّٰه" ایک دفعہ اور باقی کلمات دو دو مرتبہ، چنانچہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اقامت کے سترہ کلمات سکھائے، (۲) اور سترہ کلمات اسی تفصیل کے مطابق ہو سکتے ہیں۔

(۱) الدر المختار،باب الأذان،قبيل مطلب فی أذان الجوق: ۱/۳۸۸۔۳۸۹،دار الفكر بيروت انيس

(۲) سنن أبي داؤد،رقم الحديث: ۵۰۰،باب كيف الأذان

دوسرے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جنہوں نے سب سے پہلے خواب میں اذان کے کلمات سنے اور اسی خواب کی بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کا فیصلہ فرمایا، ان سے بھی مروی ہے کہ اذان اور اقامت کے کلمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جوڑے جوڑے ہوا کرتے تھے۔

" كان أذان رسول الله شفعًا شفعًا في الأذان و الإقامة ". (۱)

اس لئے آپ کے صدر صاحب کو چاہئے کہ ایسا کام نہ کریں، جس سے لوگوں میں انتشار اور اختلاف پیدا ہو۔

(کتاب الفتاویٰ: ۲/۱۵۳-۱۵۴) ☆

حنفی اور واقف کے لیے، تکبیر و اقامت میں ایک مرتبہ "حی علی الصلاۃ" "حی علی الفلاح" کہنا:

سوال: [ایک شخص] بروقت کہنے تکبیر کے، "حی علی الصلاۃ" اور "حی علی الفلاح" ایک ایک مرتبہ کہتا ہے، یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

ایک ایک بار "حی علی الصلاۃ"، "حی علی الفلاح" کہنا مذہب شافعیؒ، مالکؒ میں ہے، (۱) مگر یہ شخص یا جاہل ہے یا غیر مقلد۔ لہٰذا اس کی یہ حرکت بوجہ نفسانیت وہوا کے ہے، بیجا ہے۔ واللہ اعلم

(مجموعہ کلاں، ص: ۱۲۹-۱۳۰) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۴۲)

(۳) الجامع للترمذي، رقم الحديث: ۱۹٤، باب ما جاء في أن الإقامة مثنىٰ مثنىٰ

☆ اقامت کے کلمات کی تعداد:

سوال: اقامت کے گیارہ یا سترہ کلمات ٹھیک ہیں کبھی سترہ تو کبھی گیارہ پڑھنا چاہئے؟

هو المصوب

دونوں طرح درست ہے، احناف کے یہاں ایک ایک کلمہ کو لوٹا کر پڑھنا (یعنی سترہ کلمات) افضل ہے اور شوافع کے یہاں بغیر لوٹائے؛ یعنی گیارہ کلمات افضل ہے۔ (و أما الإقامة فمثنىٰ مثنىٰ عند عامة العلماء كالأذان وعند مالك والشافعي فرادى فرادى إلا قوله" قد قامت الصلاة". (بدائع الصنائع: ۱/۳٦٦)

والإقامة سبع عشرة كلمة خمس عشر منها كلمات الأذان وكلمتان قوله" قد قامت الصلاة" مرتين، كذا في فتاوىٰ قاضيخان. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/٥٥)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۹۷)

(۱) قال الشافعي في المشهور عنه و أحمد: الإقامة أحد عشر كلمة كلها تفرد، إلا ذكر الإقامة، ==

”حی علی الصلاۃ“ چار مرتبہ کہنا:

سوال: تکبیر کہتے وقت ”حی علی الصلاۃ“ چار مرتبہ پڑھنے سے تکبیر ہو جاتی ہے یا کچھ کمی رہتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

”حی علی الصلاۃ“ چار مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبہ ہے، چار مرتبہ غلط ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۱۹/۵)

☆☆☆

== یذکرمرتین فیقول: اللّٰہ أکبرمرتین أشهدأن لاإله إلااللّٰہ ، أشهدأن محمداًرسول اللّٰہ،حی علی الصلاۃ،حی علی الفلاح ، قدقامت الصلا ۃ مرتین ،اللّٰہ أکبر مرتین،لاإله إلااللّٰہ.وقال الشافعی فی القول الآخرکمذهب مالک:الإقامة عشر کلمات فذکرالإقامة فیها مفردۃ ، اللّٰہ أکبر مرتین،أشهدأن لاإله إلااللّٰہ ، أشهدأن محمداًرسول اللّٰہ،حی علی الصلاۃ،حی علی الفلاح، قد قامت الصلاۃ،اللّٰہ أکبر مرتین،لاإله إلااللّٰہ.(اختلاف الأئمة العلماء،باب الأذان: ۹۱/۱) کذا فی المدونة،ماجاء فی الأذان والإقامة: ۱۵۸/۱ وکذاالإقناع للماوردی،باب الأذان: ۳۵/۱ .انیس)

(۱) عن أبی محذورۃ أن نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم علمه هذا الأذان:”اللّٰہ أکبر،اللّٰہ أکبر،اللّٰہ أکبر،اللّٰہ أکبر، أشهد أن لا الٰه إلا اللّٰہ ،أشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰہ،أشهد أن محمدًارسول اللّٰہ ، أشهد أن محمدًا رسول اللّٰہ، ... حی علی الصلاۃ،حی علی الصلاۃ،حی علی الفلاح، حی علی الفلاح،اللّٰہ أکبراللّٰہ أکبر“.(مشکوۃ المصابیح،کتاب الصلاۃ،باب الأذان، الفصل الأول: ٦٣/١ .قدیمی/أخرجه مسلم فی الصحیح،باب صفة الأذان (ح:۳۷۹)انیس)